۷۸۶

زندانِ حماقت

یہ ایک مہمل سا نام ہے، لیکن اس سے اچھا نام میرے ذہن میں کوئی نہیں آتا۔ اس میں دونوں خوبیاں موجود ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام احمق کا ہے، اور یہ بھی کہ جیل میں لکھا گیا ہے۔ والسّلام۔

احمق

اسیر قید فرنگ

از ستم کدہ آگرہ

۱۳ مارچ ۲۳ء پیر

تقاریظ

مجھے خوشی ہے کہ میری گذارش پر میرے دو محترم بزرگوں نے کلام احمق پر تنقید لکھی،
ہیں اسے تنقید نہیں کہنا چاہتا اسلئے کہ اسمیں شاعر کی حوصلہ افزائی مدنظر ہے اور بس
جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں جس مبالغہ سے کام لیا گیا ہے خدا اسکو واقعیت سے بدل دے تا
ورنہ ابھی تو من آنم کہ من دانم کا مضمون ہے۔ احمق

از حضرت مولانا سید حسن صاحب عارف سہسوی مدظلہ

حضرت احمق سے آج سے پہلے بھی مجھے غائبانہ نیاز حاصل تھا ان کے ظریفانہ کلام
جو مختلف موقرالشیوع رسائل مجلات اور ملکی روزانہ اخبارات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوا
اسنے ایک تبسم گرویدگی میرے اندر پیدا کردی تھی زندانِ فرنگ کی منجملہ دیگر برکات کے
میں اسکو بھی ایک روشن و مسرت بار برکت سمجھتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ جیل آگرہ میں حضرت
احمق سے ملاقات نصیب ہوئی اور ان کے تازہ ترین کلام سے مستفید ہونے کا موقع
ملا اور سب سے بڑھکر یہ کہ انکی پُرلطف صحبت نے زندانِ فرنگ کو میرے لئے بہشت زار
مسرت بنادیا اور اس قفس انسانی کے اندر انکی غزل سرائیوں نے نغمہ سنجان چمن

کی یاد تازہ کردی۔

کلام احمق کے متعدد مختصر مجموعے شائع ہوکر ملک و ملت سے خراج تحسین وصول کرچکے ہیں، اب آپکا ارادہ ہے کہ ایک مجموعہ حبسیات بھی شایع کریں جسمیں صرف وہ کلام ہو جو دوران ادائے سنتِ یوسفی جمع ہوگیا ہے۔ اسکے لئے ازراہِ محبت مجھے بھی حکم ملا ہی کہ بطور تقریب یا تقریظ کے چند سطور لکھوں، واقعہ یہ ہے کہ اگر احمق صاحب کا حکم بھی نہوتا اور کوئی دوسرا غیر متعلق شخص بھی آپ کے کلام پر مجھ سے کچھ لکھوانا چاہتا تو میں بصد شوق قلم دوات لیکر بیٹھ جاتا اور بہت سا کاغذ سیاہ کیکے اُٹھتا، حالانکہ میرا ذوق ادب اس صنف خاص میں بہت بخیل واقع ہوا ہے۔ مگر اسکو کیا کیجئے کہ کلام احمق کچھ اپنے اندر ایسی ہی خصوصیت رکھتا ہے کہ جہاں اسکو ایک حیثیت سے کشت زعفران کہا جا سکتا ہے وہیں اسکی دوسری حیثیت کو ملحوظ رکھکر دفتر موعظت و درس عبرت کا لقب بھی دیا جا سکتا ہے۔ اسکے علاوہ اگر صرف تغزل کے نقطۂ نظر سے دیکھئے تو بھی ان کی غزلوں میں سے بہت سے ایسے شعر منتخب کئے جا سکتے ہیں جو وجدان صحیح اور مذاق سلیم کے سر دھننے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت احمق کی نہ صرف صورت بلکہ ان کا کلام بھی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے آپکو نہایت رسا طبیعت، صحیح مذاق، اور اثر پذیر قلب عطا فرمایا ہے اور ان ہر سہ امور کی جھلک ان کے کلام میں نظر آتی ہے۔ ان کے کلام میں ظرافت غالب معلوم ہوتی ہے، مگر ظرافت محض بہت کم ہوتی ہے بلکہ زیادہ تر اکبر مرحوم کی طرح ان کی ظرافت

عبرت و موعظت کا کوئی نہ کوئی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے۔ کبھی سیاست، کبھی مذہب اور کبھی
معاشرت غرضکہ زندگی کے مختلف شعبوں پر وہ ظریفانہ انداز بیان سے روشنی ڈالتی ہے،
میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت احمق جناب اکبر مرحوم ہیں مگر یہ ضرور کہونگا کہ اگر مشق سخن
جاری رہی تو ایک زمانہ آئیگا کہ وہ مرحوم کے صحیح جانشین کہلانے کے مستحق ہو جائینگے
ظرافت کے علاوہ انکے رنگ تغزل کو ابھی کسی استاد سے مانا و مشابہ نہیں کہا جا سکتا
کسی ایک رنگ کو اختیار نہیں کیا بلکہ وہ مختلف چمنوں سے گلچینی کر کے اپنا گلدستۂ
سخن تیار کرتے ہیں یعنی کبھی داغ کے رنگ میں کوئی شعر کہہ جاتے ہیں اور کبھی طرز مومن میں نغمہ
سنجی کرتے ہیں اور کبھی کسی اور کے طرز بیان میں لیکن بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے کہ
مذاق سلیم ایک خاص راستے پر ان کو ڈالدیگا جو نہایت دلکش و دلپذیر ہوگا۔ تخیل و محاکات
کے علاوہ دو چیزوں کی اور ضرورت ہوتی ہے، ایک زبان کا ترنم اور دوسرے جذبات کی
پاکیزگی اور خیال کی رعنائی اور یہ سب امور حضرت احمق میں موجود ہیں۔

بہرحال حضرت احمق کا گرامی قدر وجود اور انکی مطبوع دلپذیر نغمہ سرائیاں اس وقت
جیل کے اندر ہم سب کے لئے عموماً اور میرے لئے خصوصاً ایک ایسی کشش اپنے اندر رکھتی ہیں کہ میری
گرویدگی انکے ساتھ محبوب درجہ تک پہنچ گئی ہے جسکا نتیجہ اب یہ ہے کہ آپکی فیض آباد جیل
کی روانگی نے میرے اندر تہلکہ سا ڈالدیا ہے، آگرہ جیل چند احباب کی وجہ سے ایک چمن زار
بن گیا تھا۔ انہیں احمق صاحب کا نام صف اول میں تھا۔ بالخصوص جو مشاعرہ یہاں
ہفتہ وار منعقد ہوتا ہے اسکی تو آپ جان تھے، اور روزانہ جو صحبتیں ہو رہی تھیں

انکے رکنِ اعظم بھی آپ ہی تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی عزیز و محبوب ہستی کا زبردستی ہم سے چھین جانا کسدرجہ اندوہناک ہوگا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ جیل سے باہر جیل کی جمعیتیں اور جیل کے اندر حضرت احمق کی لطف کاریاں ہمیشہ یاد رہینگی، فیض آباد کا جیلخانہ کس قدر خوش قسمت ہے کہ قفسِ آگرہ کا بلبل ہزار داستاں اسمیں منتقل کیا جا رہا ہے میں نے یہ چند سطریں بالخصوص اسلئے لکھدیں کہ اگر احمق کی معیت کے شرف سے مجھے محروم کر دیا گیا تو کم از کم میری یہ تحریر ان کو میری یاد دلاتی رہے۔

فقیر عارف ہسوی کان اللہ لہ، ڈسٹرکٹ جیل آگرہ ۱۹ فروری سنہ ۲۲ء

از خطیب العلما مولانا نذیر احمد صاحب خجندی

حمداً المولی الحمد للانعام — وعلی النبی مصلیاً بسلام

یاحبذا فی ھذہ الایام — ھبت نسیم صبا ھبو دوام

اس عہدِ مظالم میں جہاں دشمنانِ دین و ملت نے ایک طرف تنگئی اسلام کی نیت سے خلافت عظمیٰ کو ضرر پہنچایا، مقامات مقدسہ کی حرمت پر حملہ کیا، حرم محترم میں بے گناہ مسلمانوں کا عین حالتِ نماز میں خون بہایا، ترکوں پر ناحق ظلم وستم توڑے بدویوں کو انکی مخالفت پر لالچ دے دیکر ابھارا، مخالفوں کو طرح طرح کی امداد سے یہ جرات دلائی کہ وہ ترکوں کے بیکس بچوں، بے بس عورتوں، ضعیف و نخیف بوڑھوں کو (بیدردی) و بربریت کا شکار بنائیں، قرآن مجید کی بے ادبی سے مسلمانان عالم کے قلوب زخمی کریں۔

دوسری جانب سر جیمس مسٹن، سر مائیکل اوڈوائر کے اشاروں پر مسٹر ٹاملر اور جنرل ڈائر کے ہاتھوں سفاکی و خونریزی کی وہ بنیاد رکھی کہ اب جس وحشت نواز مغربی کا جی چاہتا ہے وہ موقع و بے موقع اس نمونہ سے سبق لیتے ہوئے نہتے ہندوستانیوں کی خونریزی کا تماشا دیکھتا ہے۔ ان دل افگار و جگر خراش حادثات سے متاثر ہونے والے نفوس انھیں جفاپرست مغروروں کی بدولت ستم کدگانِ فرنگ میں بھی محبوس و مقید ہیں۔ روحانیت سے تعلق رکھنے اور صداقت و حقانیت کو اصل حیات سمجھنے والے ظلم و ستم، جور و جفا اور ہر قسم کی بلا کو اپنے حق میں موجبِ رحمت سمجھتے ہوئے ے خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد کی تمنا رکھتے ہیں۔

زندانِ آگرہ اُن مخصوص جیل خانوں میں سے ہے، جہاں اسیرانِ سیاسی کی نئی بستی بسائی گئی ہے۔ یوں تو یہ سب گرفتارانِ بلا شاہدِ آزادی کے متوالے ہیں اور حصول خود مختاری کے نشے میں سرشار لیکن اس مجلس میں رہ کر بے شغلی کے عالم میں ہر شخص نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق سامان مصروفیت مہیا کر لیا۔ گویا

زاہد بہ نماز و روزہ ربطے دارد عاشق بمئے دو سالہ خبطے دارد
معلوم نشد کہ یار مشغول بہ کیست ہر کس بخیالِ خویش خبطے دارد

جسمانی قویٰ کو تقویت پہنچانے کے مشاق کبڈی اور اکھاڑے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، روحانیت کو ترقی دینے کے طلبگار روزہ نماز کی عادت بڑھاتے ہیں۔ عوام کھیل کود میں مصروف خواص اخبار و کتب بینی میں مشغول ارباب سخن اس موقع کو غنیمت جان کر زبان اردو کے

لطف اٹھانے پر متوجہ ہوئے اور سب سے اول ۲۰ جنوری سنہ ۲۲ء کو ایک بہترین مجلس
مشاعرہ رونق پذیر ہوئی جسکی مختصر کیفیت سے اخبارات اردو ہند کے صفحات مزین ہو چکے ہیں۔

جسطرح اس بزم کی روح رواں ہمارے مکرم مولانا عارف حسین صاحب ہسوی کی ذات سے تھی اسی طرح رونق
محفل محبی مولوی حکیم محمد مصطفیٰ خاں صاحب مداح ہیں۔ جنھوں نے اپنی جدت طبع اور قادر الکلامی
کو احمق کے نام سے مقبول روزگار ہونیکا موقعہ دیا ہے۔ ملک کے باوقار اخبار خصوصاً زمیندار
وقتاً فوقتاً آپکے کلام سے اس قدر مفید بنا چکا ہے کہ شاید ہی کوئی اہل مذاق آپکے نام نامی سے واقف نہ ہو
زبان اردو کی تاریخ میں ہر وقت ایک نہ ایک ایسا اہل فن گزرا ہے جسکی خصوصیات اسکی ذات کیساتھ وابستہ رہی ہیں
زمانہ حال میں سید اکبر حسین مرحوم الہ آبادی اپنا نمونہ آپ تھے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ انکی جگہ حضرت احمق
تو نامناسب نہ ہوگا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ ایک عرصہ بعد آپکی قدر فوق الفوق ہو۔

جناب احمق کا کلام صرف روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو مست بنانے ہی کیلئے مخصوص نہیں
بلکہ میر کی مضمون آفرینی، مومن کی معاملہ فہمی، اور داغ کی زبان کے مزے اٹھانے والے، آپکی
غزل میں تقریباً ہر مذاق کا لطف پا سکتے ہیں۔ سودا کی ہجو نگاری سے دلچسپی رکھنے والے حضرات
کا مذاق پورا کرنے میں احمق صاحب کی طبیعت ید طولیٰ رکھتی ہے اور انکے کہنے کے مطابق ابتدائے
سخن طرازی اسی منزل لطیف سے ہوئی ہے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ آپکے کلام پر تقریظ لکھوں
لیکن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا کہ اس کلام کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کلام بہ مزاج شاعر
کے علاوہ ناصح، طبیب، فلسفی اور ایک شاعرانہ کا واقف اہل زبان ہے۔ سیاست حال کے لئے
یہ کلام بہترین سبق آموز ہے اور اسلامی درد مندوں کیواسطے جگر سوز۔ پڑھو اور لطف اٹھاؤ اور داد دو
اسیر ظلم فرنگ کو دعائیں دو۔ حقیر خجندی۔ از ستم کدہ فرنگ آگرہ ۲۳ فروری سنہ ۲۲ء پنجشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہی ہوگا یہی ہوتا رہا ہے ہر زمانے میں
صدائے حق ہمیشہ گونجتی ہے جیلخانے میں

لئے پھرتے ہیں اسکو ڈگڈگی پر اک زمانے میں
قلندر بخش بھی مشاق ہیں بندر نچانے میں

صداقت کے یہی معنی ہیں موزوں اس زمانے میں
کہ چکی پیسئے اور موج کیجئے جیل خانے میں

بہتر لاکھ اک بیکار مد میں صرف کردینگے
رعایا کے لئے کوڑی نہیں جن کے خزانے میں

یہ ہاہا، اس قدر ہڑبونگ اتنی چپقلش، تو یہ
تری محفل میں ہوں میں یا کسی بھٹیار خانے میں

فلک نے ڈائر کمبخت کے انداز اڑائے ہیں
ستم کرنے میں ایذا توڑنے میں ظلم ڈھانے میں

جو ارزاں ہے تو اک انکی متاعِ آبرو، ورنہ
ذرا سی چیز بھی بے حد گراں ہے اس زمانے میں

رہائی مل گئی، جب بن گئے سرکار کے مخبر
سزا پائی تھی ہم نے ایکدن جوتے چرانے میں

جفا و ظلم نصب العین ہوگا جس حکومت کا
یقیناً خاک ہو جائے گی وہ تھوڑے زمانے میں

وہ جب آئیں میں کم از کم اتنی آزادی تو مل جائے
نہو ہڑتال پر لیسنس، کوئی اس زمانے میں

نگاہِ یار کی آتش فشانی کیا، کہ ہے کامل
ہماری آہ کا ڈیر دیلن بھی، ہم گرانے میں

جسے دیکھو دعائیں مانگتا ہے جیلخانے کی
جسے دیکھو ترے گیسو کا عاشق ہے زمانے میں

نئی حد بندیاں ہونے کو ہیں آئینِ گلشن کی
کہو بلبل سے اب انڈے نہ رکھے آشیانے میں

یہ وقتِ خونبہائے قوم ہی ہے اے تیغ انگورہ
کمی تو بھی نہ کرنا موذیوں کا خوں بہانے میں

وہ اک روٹی جو ہمکو برہمن شکل سے دیتا ہے
ہزاروں بُت ہوا کرتے ہیں اس کے دانے دانے میں

خدا جانے میاں احمق کہاں ڈال آئے ہیں ڈاکہ
کہ آدھی رات سے جکڑے ہوئے بیٹھے ہیں تھانے میں

سُنا رہا ہے مجھے ذکرِ بوستاں صیّاد
ملا ہے خوبیٔ قسمت سے مہرباں صیّاد

یہ پالسی کہ ہو بلبل پہ مہرباں صیّاد
جبھی درست ہے، بوڑھے ہوں جب میاں صیّاد

قفس میں فکرِ رہائی کسے میاں صیّاد
گئی وہ طاقتِ پروازِ بوستاں صیّاد

چمن تو بلبلِ ناشاد کا ہے گھر لیکن
ذرا یہ سوچ کہ جائیگا تو کہاں صیّاد

مزا تو جب ہے کہ شوقِ ہوائے گلشن میں
قفس خود اُڑ کے چلے سوئے بوستاں صیّاد

خیالِ گل، غمِ گلزار، صدمۂ احباب
جگر میں لیتے ہیں رہ رہ کے چٹکیاں صیّاد

خدا کرے وہ دن آئے کہیں کہ اے بلبل
نکالے جائیں چمن سے کشاں کشاں صیّاد

یہ رحم بھی ہے انوکھا کہ سُننے بیٹھا ہے
درازدستیٔ گلچیں کی داستاں صیّاد

مجھے اب اس سے علاقہ نہیں، مگر ہو غلط
چمن ہے روبہ خزاں یہ ترا بیاں صیّاد

خدا کو حشر میں دیگا جواب کیا ظالم؟
زیادہ ظلم نہ ڈھا، کر نہ سختیاں صیّاد

چمن کا عیش چھنا، فصلِ گل گئی، گلگشت گیا
بہار میرے لئے ہو گئی خزاں صیّاد

جلا کے خاک نہ کر دیں تجھے تو بات نہیں
ہماری آہ کی آتش فشانیاں صیّاد

چمن میں بلبلِ بیکس کے پھانسنے کیلئے
لگائے بیٹھے ہیں پھندے کہاں کہاں صیّاد

قفس تو مجھکو چمن سے بھی کچھ سوا ہے عزیز
عبث ڈرا نہ مجھے دے نہ دھمکیاں صیّاد

یہ بانکپن تو کسی اور کو دکھانا تھا | غضب ہیں مجھ سے تری کج ادائیاں صیاد
نکال دے گی خزاں آ کے چار ہی دن میں | یہ ہیکڑی یہ تری ساری شیخیاں صیاد
چمن ہے ہند عنادل ہیں شوکت و جوہر | جناب حضرت ریڈنگ ہیں جہاں صیاد
عجب نہیں کہ تو سننے کی تاب لا نہ سکے | غضب ہے بلبل بے پر کی داستاں صیاد

نہیں ہے جیل میں اشعار خوانی احمق
قفس میں بلبل خوشگو ہے نغمہ خواں صیاد

الٰہی کشتیٔ اسلام کا تو ہی نگہباں ہے | کہ یہ بیڑا ہے اور گرداب شورش ہائے طوفاں ہے
زمانے میں یہ کیا اندھیر او غارت گر جاں ہے | جسے دیکھو ترا شاکی ہے جو ہے تجھ سے نالاں ہے
دل دیوانہ اپنا مبتلائے زلف پیچاں ہے | بہر صورت ہمارے جیل میں جانے کا ساماں ہے
ہوئے ہیں نامزد جب بڑے صاحب کے نمبر میں | جناب شیخ کا سینہ تجلی زار عرفاں ہے
مجھے یہ کہہ گئے دور چرخ نے پامال کر ڈالا | ترا سب سے زیادہ جرم یہ ہے تو مسلماں ہے
لڑی آنکھ اور دل آیا، دل آیا اور دم نکلا | محبت ہستیٔ عاشق کی بربادی کا ساماں ہے
نہ سر نذر جفا ہے اور نہ دل پامال ناکامی | مجھے جینا نہیں آتا تو کیوں جینے کا ارماں ہے
جسے تم کشتنی کہتے تھے کل تک، آج وہ ڈاکو | علمبردار حریت ہے، عالم کا نگہباں ہے
وہ ایسا کون ہے جو تیغ قاتل پہ نہیں مرتا | وہ ایسا کون ہے جسکو ابھی جینے کا ارماں ہے
کوئی عاشق ہے گیسو کا کوئی خط کا کوئی رخ کا | کوئی ہندو ہے کوئی گبر ہے، کوئی مسلماں ہے
قیامت کو اٹھینگے سونے والے بستر غم کے | طلوع صبح محشر تیرہ ہائے شام ہجراں ہے

مسلمانوں کو پامالِ جفا و ظلم کرنے میں
خدا غارت کرے انگلینڈ کا بھی باپ یوناں ہے

چھٹے قیدِ علائق سے حیاتِ جاوداں پائی
مری گردن پہ کیا کیا خنجرِ قاتل کا احساں ہے

جگر کے داغ دل کے زخم طرفہ رنگ لائے ہیں
زمینِ جلیانوالہ، مرے سینے پہ حیراں ہے

یہ خوشنودی کا پروانہ ہی ہے خدمتگزاری پر
کہ اسکے ساتھ کچھ بہرِ خورش بھی آمریجاں ہے

بالآخر ہاتھ بھر مشکل سے پائیگا جگہ غافل
تجھے بے فائدہ فکرِ عراق و شام و ایراں ہے

جسے کہتے ہیں عشق اک بادشہ ہے کشورِ دل کا
جسے کہتے ہیں دل، دنیائے یاس و درد و حرماں ہے

حیاتِ جاوداں پانا ہے اُلفت میں فنا ہونا
مرے مٹنے میں میری زندگی کا رازِ پنہاں ہے

تلاشِ احمقِ مخبوط کیوں ہے اس قدر تم کو
وہی تو ہے کہ جس کا نام شاید مصطفےٰ خاں ہے

اللہ رے کارنامے غازیٔ مصطفےٰ کے
کیا شان ہے خدا کی کیا بھید ہیں خدا کے

کیا پائیگا ستمگر عاشق پہ ظلم ڈھا کے
بس یہ کہ ہونگے چرچے گھر گھر تری جفا کے

طے کر چکے منازل تہذیب و ارتقا کے
ڈالیں اب اہلِ یورپ دنیا میں خوب ڈاکے

پچھتا رہا ہے ظالم اب کیوں انھیں مٹا کے
مرقد تھے عاشقوں کے یا نقش تھے وفا کے

ناسوتیوں کے آگے لاہوت کے مسائل
آئے ہیں شیخ صاحب شاید کچھ آج کھا کے

کب تک اُٹھائیں سختی تلخیٔ زندگی کی
بس طے کریں جھگڑے اک و زہر کھا کے

رند اور ترکِ صہبا اچھی کہی یہ زاہد
اب وہ پیا کرینگے ظالم تجھے دکھا کے

سختیٔ جاں کنی نے اینٹھے جو خاں بچا
بولی اجل اکڑنا اب تم لحد میں جا کے

بڑھنے بھی دو ہمیں تم روکو نہ فوج طالو
آزادیوں کے رستے آبادیوں کے ناکے

ہیں میرے دل پہ ہر وقت اُس شوخ کی نگاہیں
پیغام آ رہے ہیں ہر دم مجھے قضا کے

ہے اب کھلے خزانے لُٹتی دل و جگر کی
پڑتے ہیں دن دھاڑے اب اس گلی میں ڈاکے

اے خبطِ جی حضوری تو نے ہمیں ہٹایا
برباد ہو گئے ہم، باتوں میں تیری آ کے

جتنی بڑھیں جفائیں اُلفت ہوئی زیادہ
پہلے تھے چار حرف اب دفتر ہیں مدعا کے

کی تو نے خوب تسکیں سینے پہ ہاتھ رکھ کر
آتش بجاں نہ تھے کیا شعلے تری حنا کے

ہاں اے ہوائے جاناں تجھ کو قسم ہے دل کی
باقی رہیں نہ ذرّے خاکِ رہِ وفا کے

ہے فکرِ عیش و راحت اے شیخ تجھ کو ناحق
آیا تو ہے فقیری تقدیر میں لکھا کے

ہیں زیرِ مشق برٹش انصاف اور عدالت
اُڑتے ہیں روز کیا کیا انکے جہاں میں خاکے

ہو جائے ہضم جن کو مالِ حرام برٹش
کس واسطے ہوں شاکی وہ ضعفِ اشتہا کے

دعویٰ بہت کچھ انکو شطرنج میں تھا احمق
جھینپے ہیں آج کتنے وہ مجھ سے مات کھا کے

شیخ جی کیوں وردِ یا موجود و یا مقصود ہے
آپ کا مقصود راہِ عشق میں موجود ہے

جسکے گھر میں کل کے کھانے کیلئے موجود ہے
آج وہ فرعون ہے شداد ہے نمرود ہے

جسکو کہتے ہیں محبت نام ہے جسکا خلوص
پہلے ممکن ہے کہ ہو، اب تو مگر مفقود ہے

کیا ہوا ہمکو اگر زادِ شبینہ بھی نہیں
آپ کی خاطر تو اے صاحب ڈنر موجود ہے

درس گاہِ عشق و الفت کا انوکھا ہے نصاب
ترمذی ہے یاں نہ مسلم ہے نہ بوداؤد ہے

تم مری آغوش میں کیا ہو کہ اے جانِ جہاں
گوہرِ اُمید سے پُر دامنِ مقصود ہے

آتش افروزِ تماشا ہے جہاں حسنِ ایاز
لطف اندوزِ نظارہ دیدۂ محمود ہے

قلب اگر سوز و گدازِ عشق سے خالی ہوا
حضرتِ زاہد یہ ہو حق آپ کی بے سود ہے

اژدرِ زلفِ مسماں کے زہر کا تریاق ہو
اے طبیب ایسی کوئی اکسیر بھی موجود ہے

دل جگر لے کر تو اے غارت گرِ جاں رحم کر
اب مری جانب بتا کیوں چشم خوں آلود ہے

سر کٹانا خدمتِ اسلام میں کہہ کے جہاں
سچ تو یہ ہے زندگی کا واقعی مقصود ہے

اللہ اللہ کس قدر سہمے ہوئے رکھتے ہو پاؤں
خاکِ عاشق کیا ہے گویا جرمنی بارود ہے

اب سرِ محشر نہ مکرو عاشقوں کے قتل سے
ان کے قبضے میں تمہاری تیغ خوں آلود ہے

کہتے ہو کھا جائینگے کچا ترے دل کو یہ کیا
وہ بھی ہے ناشپاتی ہے، کوئی امرود ہے

ٹھوکریں کھاتا پھریگا کل سر اُس مغرور کا
آج اپنے زعم میں جو ہمسرِ نمرود ہے

جذبِ دل سے پیش لیجانا کوئی آساں نہیں
تو جو پتھر ہے تو وہ او سنگدل بارود ہے

وصل کی شب کیا تماشا ہے کہ میری آرزو
دل سے نکلی ہے مگر دل میں ابھی موجود ہے

ڈھونڈھتے کیا ہو تم اپنے کشتۂ بیداد کو
خلد میں وہ ہمکنارِ شاہدِ مقصود ہے

پوچھتے کیا ہو کہ احمق کون ہے میں کیا کہوں
دیکھ لو خود وہ تمہارے سامنے موجود ہے

عاشق کی طرح دشمن سر عشق میں کیونکر دے
مشہور مقولہ ہے "ہر کارے و ہر مردے"

خاموش رہوں گرچہ سر بھی وہ قلم کر دے
اے ضبطِ وفا اتنا قابو مجھے دلبر دے

ہاں اے نگہ کونسل وہ زور کا کنٹر دے
جو خان بہادر کو مدہوش و فاکر دے

کس طرح سے پھر لڑکے ایمان پہ رہیں قائم
وہ برقِ کلیسا جب سکول میں لکچر دے

پھر کنجِ قفس سے تو آزاد مجھے کرنا
صیاد! مگر پہلے اُڑنے کے لئے پر دے

فاقہ ہے کئی دن سے بھوکا ہوں کئی دن کا
مجھکو بھی کوئی روٹی او قاسم لنگر دے

میں حالِ دلِ محزوں کس طرح کہوں ان سے
آئینِ زباں بندی رخصت مجھے کیونکر دے

جس آگ سے جلتے ہیں تثلیث کے پریاب
اُس آگ کے انگارے سینے میں مرے بھر دے

جور و ستم بے حد ظلم و غم بے پایاں
کیا کیا نہ ابھی مجھکو وہ بیری وفا پر دے

جینے سے تو مرجانا فرقت میں کہیں اچھا
اے عشقِ خم ابرو لا، بس مجھے خنجر دے

مجھکو بھی تمنا ہے زندانِ مصیبت کی
مجھکو بھی خدا عشقِ گیسوئے معنبر دے

پھر حد محبت سے کچھ بڑھنے لگا ہے دل
پھر اے نگہِ جاناں تو بس کوئی اہیر دے

کیا فرض نہیں ہے ہم اسپر ایمان ہی لے آئیں
ہر وہ خبرِ مہمل جو دختر ریوٹر دے

اے کاش ذرا دیکھیں اسلام کی حالت بھی
اے کاش اُٹھا دیں ہم آنکھوں سے کبھی پردے

تثلیث کو سمجھے ہیں توحید کے حامی ہم
آنکھوں پہ جہالت نے ڈالے ہوئے ہیں پردے

سن پاتے ہیں جب کوئی وہ بات لطیفے کی
فرماتے ہیں احمق سے تو نظم اسے کر دے

خوب اسپہ جبر کر لو خوب اسپہ ظلم ڈھالو
اچھی طرح غرض تم عاشق کو آزما لو

کمل مجھے بھی اپنا اس ٹھنڈ میں اڑھا لو
بیکس پہ رحم کھاؤ مظلوم کی دعا لو

اے دل کی سازشوں سے برباد ہونے والو
کس نے کہا تھا تم سے سانپ آستیں میں پالو

اللہ ری شرارت بزمِ عدو میں اُس نے
دیکھا مجھے تو بولا، دیکھو اسے نکالو

پھر مجھکو یاد آئیں ساقی کی مست آنکھیں
پھر ہم مو چلا میں لو پھر مجھے سنبھالو

میں جانتا ہوں یہ سب دل لینے کی ہیں گھاتیں
باہیں نہ پیار سے تم میرے گلے میں ڈالو

یہ مغربی لُٹیرے خونخوار بھیڑئیے ہیں
اے اہلِ مشرق ان کو جس طرح ہو نکالو

میں تو یہی کہونگا دل تم نے ہے اُڑایا
تم دل لگی میں جتنا چاہو مجھے اُڑا لو

اب چرخ کی جفائیں حد سے گزر گئی ہیں
اب وقتِ امتحاں ہے اے میرے دل کے نالو

پھر دیکھنا بہاریں تم ہند کے چمن کی
چلنے نئی روش پر پودے نئے جما لو

جب ہو گئے ستمکش ظلم و جفا کے خوگر
ہوتا ہے وہ ستمگر اب تا کجا جفا لو

اظہارِ سوزِ باطن ہم کیا کریں کسی سے
تم نے تو مُہر کر دی مُنہ پہ زباں کے چھالو

ناکامی و وفا سے کیا تلخ زندگی ہے
جی تو یہ چاہتا ہے کمبخت زہر کھا لو

جب غیر نے نکالا تو اب مرے گھر آئے
بندہ نواز بخشو لیں یا اور راستا لو

حسرت نے دل کو آخر برباد کر کے چھوڑا
تم سے کہا تھا ہم نے دیکھو اسے نکالو

میرے سنبھالنے کی فکریں تو بعد کی ہیں
پہلے ذرا تم اپنا تلون تو سنبھالو

گر چاہتے ہو شوخی رنگینی حنا میں
مہندی کے ساتھ میرے دل کو بھی پیس ڈالو

شام و عراق و ٹرکی سب ہیں تمھاری خاطر
مرقد کی فکر کیا ہے جا ہو جہاں بنا لو

ہے آجتک تو احمق نشر زانہ زمانہ

اب تم نئے انوکھے اسکو گدھا بنالو

جانکر اہلِ حکومت کا وفادار مجھے ‏— ڈھونڈھتی پھرتی ہے لعنت سرِ بازار مجھے

میں اور اس شوخ ستمگر سے سروکار مجھے ‏— ہاں مگر بھول چکے تھے رسن دار مجھے

دین سے کام نہ مذہب سے سروکار مجھے ‏— پھر بھی حاصل نہیں او شوخ ترا پیار مجھے

بھاگنے کی نہ یہاں راہ نہ پٹنے کی سکت ‏— آہ! الاماں ہے کہاں حسرتِ دیدار مجھے

لذتِ سختیٔ تعزیر بھی ملجائے گی اب ‏— وہ سمجھنے تو لگے اپنا گنہگار مجھے

اوڈوائر کی طرح باندھ کے مشکیں سرِ راہ ‏— مارشل لا کی قسم تجھکو نہ یوں مار مجھے

میں وہ پنڈت ہوں کہ اس دور کے شہر مہاراج ‏— دور سے دیکھ کے کرتے ہیں نمسکار مجھے

آج کل مدنظر ہے مجھے صحت کا خیال ‏— ورنہ پینے سے تو ہرگز نہیں انکار مجھے

کونسلِ کینگڈم ہند کی برٹش سے ہے عرض ‏— اس قدر جلد نہ فرمائیے مسمار مجھے

کر دیا تلخیٔ امید نے ناکام مراد ‏— مل گیا ذائقۂ شربتِ دیدار مجھے

خدمتِ قوم فروشی کو دعا دیتا ہوں ‏— ورنہ اک عمر سے تھی حسرتِ دربار مجھے

تم سمجھتے ہو جو کچھ میری تمنائیں ہیں ‏— میں کہوں کیا کہ نہیں جرأتِ اظہار مجھے

یاد کرنا جب اسیرانِ جفائے غم کو ‏— بھول جانا نہ کہیں اے ستمِ یار مجھے

بیخودی تو نے پلا کر مئے مستانۂ عشق ‏— کر دیا سارے زمانے سے خبردار مجھے

آتش افروز ہے کیا گرمیٔ بازارِ وفا ‏— پا کر اک جان کے گاہک کے خریدار مجھے

کیا عجب انڈین اوشن میں ڈبو دے کوئی ‏— آرزوئے عرب و فارس و تاتار مجھے

یہ حکومت نہیں، اک طرح کی قزاقی ہے — لوٹنے ہی کے لئے آئے ہیں سرکار مجھے

کرنے والے ہیں یہ برگشتہ راہ مقصود — ہو گیا تجربۂ سبحہ و زنار مجھے

جیل خانے میں ہوں سسرال کی مانند احمق

کوئی تکلیف یہاں پر نہیں زنہار مجھے

انھیں کیا کس طرح ہم بیکسوں کے دن گذرتے ہیں — اگر جیتے ہیں جیتے ہیں اگر مرتے ہیں مرتے ہیں

یہ عزت کوئی کم ہے شیخ صاحب جب یہ مرتے ہیں — کلکٹر بھی جب ان سے ملتے ہیں شیک ہینڈ کرتے ہیں

جو ہمدرد وطن ہیں اور آزادی پہ مرتے ہیں — نہ انکو جیل کا غم ہے نہ وہ پھانسی سے ڈرتے ہیں

تمھارے عہد کا پیمان کا وعدے کا قسموں کا — یقیں کیا ہو نگاہیں کہہ رہی ہیں ہم مکرتے ہیں

کھڑے ہو کر جنھیں پیشاب کرنا بھی نہیں آتا — وہ ناحق کرسیوں پہ بیٹھنے کی مشق کرتے ہیں

وہ اپنی چتونوں کو اپنی آنکھوں کو نہیں کہتے — مجھی پہ ناشکیبائی کا اور الزام دھرتے ہیں

ہیں جنکے سامنے دفعاتِ آئینِ خداوندی — کہیں وہ مارشل لا اور رولٹ بل سے ڈرتے ہیں

پڑا ہے اب وہ نقشہ آ کے شطرنج محبت میں — عدو جو چال چلتا ہے ہم اسکو مات کرتے ہیں

وفاداری ہماری پاؤ بھر آٹے کی خاطر ہے — ہم ان سے عشق کیا کرتے ہیں اپنا پیٹ بھرتے ہیں

چمن میں جب تسلط ہو چکا صیاد و گلچیں کا — چمن والے گل و بلبل کا ناحق ذکر کرتے ہیں

یہ شوخی یہ شرارت یہ دل آرائی کہاں ان میں — مسوں کے چاہنے والے کہیں حوروں پہ مرتے ہیں

کسی نے آج تک بحر الم کی تھاہ بھی پائی — خدا ہی جانتا ہے کیونکر اسکے پار اترتے ہیں

"شغال پالیسی" یہ اپنی روبہ بازیاں چھوڑے — کہ اب شیرانِ حریت کوئی دم میں بپھرتے ہیں

وہ جب مہندی لگا کر بیٹھ رہتے ہیں شب وعدہ
نہ پوچھو میری امیدوں کا کیا کیا خون کرتے ہیں

جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے جبر و ظلم کرتے ہو
جہاں تک ہم سے بن پڑتا ہے ضبط و صبر کرتے ہیں

وہ گل رخسار جنکے باغ میں بلبل چہکتے تھے
اب انکی قبر کا سبزہ گدھے اور بیل چرتے ہیں

ہے سن انیس سو بائیس ۱۹۲۲ کا آغاز اے احمق
ہم آج اک دوسری دنیا میں گویا پاؤں دھرتے ہیں

یہاں گلچیں کا کھٹکا ہے نہ کچھ صیاد کا ڈر ہے
قفس میں ہم کو اطمینان آزادی میسر ہے

ہمیں روٹی نہیں ملتی انھیں حلوا میسر ہے
یہ اپنی بدنصیبی ہے وہ غیروں کا مقدر ہے

وفور شوق ہے دل بھی تپاں ہے آنکھ بھی تر ہے
وہ آنے والے ہیں یا جانے والے جان مضطر ہے

دو عملی میں جناب شیخ کو اب زیست دوبھر ہے
ادھر اس بت کا کھٹکا ہے ادھر اللہ کا ڈر ہے

غلامی نے ہمیں اس فیصلے پر لا کے پہنچایا
کہ آزادی نہ ہو تو زندگی سے موت بہتر ہے

بڑے صاحب کا استفسار میں سمجھا نہیں لیکن
مرے سر کو ہے جنبش اور میرے لب پہ "یس" ہے

تلاش علت و معلول نے مطلب کیا غائب
بس اب یہ بحث ہے یہ کس طرح ہوا اور یہ کیونکر ہے

خلیفہ کی اطاعت میں خلافت کی حفاظت میں
مسلمانو تمہاری زندگی کا راز مضمر ہے

گئے وہ دن کہ چمپا اور نرگس کی بہاریں تھیں
بس اب یاسمینٹ ہے اس انجمن میں یا لونڈر ہے

رقیب روسیہ کی صورت و سیرت معاذ اللہ
بلا تشبیہ وہ لنگور کی اولاد بندر ہے

تلاطم خیزی طوفان حسرت پوچھتے کیا ہو
یہاں کا مد و جزر اٹلانٹک سے بھی سوا تر ہے

مری آنکھوں میں نقشہ کھنچ رہا ہے مہ جبینوں کا
مرا جذب تصور کیا ہے اک فوٹو گرافر ہے

تمھیں مشقِ ستم مدِنظر ہے تو یہاں آؤ | مرا دل ہدفِ تیغ و دشنہ و شمشیر و خنجر ہے
سنبھل اے آسماں پتلون کے تسمے ذرا کس لے | کہ میری آہِ سوزاں اب گلے کے کہنے سے باہر ہے
بہت دشوار ہے قطعِ رہِ آزادیِ اُلفت | یہاں کچھ گردنوں کی حاجت ایل ہر قدم پر ہے
وہ اندر راج تھے تو چاہنے والے تھے سب انکے | اب اُو ڈر راج ہیں تو ہر طرف سے لعنت اُن پر ہے
اِدھر کچھ گردنیں ہیں کٹنے والی اور خاموشی | اُدھر کچھ قاتلِ سفاک ہیں اور شورِ محشر ہے
حقیقت کچھ نہیں اسکے سوا "راؤنڈ ٹیبل" کی | ہمارے سر پہ فکر کی پگڑی پھیرنیکا "گول دفتر" ہے
خدا کی شان کپڑا ابھی ہمیں بننا نہیں آتا | کفن کے واسطے بھی احتیاجِ مانچسٹر ہے

وہی چرچے وہی فکریں وہی سب کام اے احمق
فتح گڑھ جیل کیا ہے کانگریس والوں کا دفتر ہے

دشمنِ جاں اضطرابِ قلبِ مضطر ہو گیا | دو گھڑی جینا مجھے فرقت میں دوبھر ہو گیا
ہو کے قانع آدمی مستغنیٔ زر ہو گیا | اُس گلی کی خاک پالی کیمیاگر ہو گیا
پڑھ کے انگریزی دماغ اسکا فلک پر ہو گیا | جانتا ہے خود کو باورچی کہ "بٹلر" ہو گیا
حسبِ خدمت پالیا ملت فروشی کا صلہ | کوئی ڈپٹی بن گیا، کوئی کلکٹر ہو گیا
یہ خبر کیا تھی کہ دردِ دل ہے وجہ زندگی | مر گیا میں جب سکونِ قلبِ مضطر ہو گیا
خستگی پر بھی یہ ہمت ہے کہ عاشق کا غبار | لگ کے اُس دامن سے ہمرفتارِ موٹر ہو گیا
تم سمجھتے ہو یہاں بھی ہم نکلجائینگے صاف | عرصۂ محشر نہ ٹھہرا غیر کا گھر ہو گیا
جو نہ ہونا چاہئے تھا مجھکو اے تہذیبِ نو | میں تری تقلید کے سانچے میں ڈھلکر ہو گیا

کیا یہی عہدِ وفا ہے او بُتِ پیماں شکن
جمعہ کا اقرار اور اس کو سنیچر ہو گیا

رنگِ محفل سست، ساقی بیخبر، مینا تہی
ہم کب آئے بزم میں جب دورِ ساغر ہو گیا

قبرِ اسکندر کی بربادی کے سُنکر واقعات
حسرتِ دُنیا کا حال آئینہ مجھ پر ہو گیا

کچھ بچا ابھی ہیں جیب سے ہم بے نواؤں کو تو وہ
نذرِ جاپان و فرانس و مانچسٹر ہو گیا

کر گئی برباد ہندوستاں کو ویسٹرن سلطنت
کیا پھلا پھولا چمن پامال صرصر ہو گیا

صُحبتِ صالح میں رہ کر ہو گئی اصلاحِ حال
میں گدھا تھا شیخ کے پاس آ کے خچر ہو گیا

میری یہ قسمت، مرا یہ بخت میرا یہ نصیب
مجھکو حیرت ہے تمھارا وصل کیونکر ہو گیا

مرحبا صد مرحبا اے نرگسِ جادُو دوست
تو نے جسکو اِک نظر دیکھا مسخر ہو گیا

میں مرصع ہو کے کوٹ و مفلر و پتلون سے
آدمی تو کیا بلا تشبیہ بندر ہو گیا

کس کی زلفوں کی یہ خوشبو ہے کہ بادِ صبا اے
آج عاشق کا مشامِ جاں معطر ہو گیا

اس قدر خوش ہیں میاں احمق کہ جسکی حد نہیں
جیل خانہ ان کو گویا خسر کا گھر ہو گیا

آوارہ پھروگے دلِ مضطر سے نکلکر
تم چین نہ پاؤ گے مرے گھر سے نکل کر

زندہ کوئی آیا بھی ہے اس گھر سے نکلکر
بھاگ آئے ہیں ہم اپنے مقدر سے نکل کر

شاید مری تقدیر میں پڑنیکو ہیں پیچ
او شوخ تری زلفِ معنبر سے نکل کر

اللہ رے مرے نامۂ مخفی کی تباہی
اب غیر کے ہاتھوں میں ہے سنسر سے نکل کر

جاتے ہوئے اغیار کے گھر منہ نہ چھپاؤ
دھوکا تو نہ دو مجھکو برابر سے نکل کر

در اصل جو پوچھو تو اب اسرارِ ترقی | کھدر میں ہیں نکٹائی و کالر سے نکل کر
اندر ہی سے تم مجکو سناؤ گے ہزاروں | یا آؤ گے باہر بھی ذرا گھر سے نکل کر
یہ تیرے دہن کی ہے مہک ٹاٹ بت بدخو | بو تیل کی پھیلی ہے کنستر سے نکل کر
کر لینگے اگر صلح گورنمنٹ سے اس وقت | ہم گو میں لتھڑ جائینگے گوبر سے نکل کر
ہم فاقہ کشوں پر بھی ذرا اک نگہِ لطف | اے شیخ کبھی بزمِ مزعفر سے نکل کر
ہوتی ہیں سراسر غلط اور جھوٹ جو خبریں | آتی ہیں وہ ریوٹر ہی کے دفتر سے نکل کر
پابندِ خمِ زلف کو کیا فکر رہائی | جائیگا کہاں اب وہ بڑے گھر سے نکل کر
رستے میں کوئی چور سمجھ کر نہ پکڑ لے | جاتے ہو کہاں رات کو اب گھر سے نکل کر
پہنچینگے جہنم کی تباہی میں اگر ہم | جائینگے رہِ شرع مطہر سے نکل کر
یہ کس کو خبر تھی کہ محبت میں ابھی سے | یوں "خول" پہ آ جاؤ گے تم "سر" سے نکل کر
گو راہ رہِ عشق بہت سخت ہے لیکن | جا سکتے ہیں آگے ترے موٹر سے نکل کر

اس گوشہ نشینی سے ہے کیا فائدہ احمق
کرنا ہے اگر کچھ تو بس اب گھر سے نکل کر

نہ دیکھوں میں تمھیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا | جسے آنکھیں خدا نے دی ہیں اندھا ہو نہیں سکتا
اگر گورے کا ہمسر ایک کالا ہو نہیں سکتا | تو ظاہر ہے کہ انصاف آدمی کا ہو نہیں سکتا
کسی صورت میں آؤ ہم تمھیں پہچان ہی لینگے | ہمیں برق و چراغ و گل کا دھوکا ہو نہیں سکتا
جفا وہ تھی کہ تم نے میرے دلپر آفتیں ڈھائیں | وفا یہ ہے کہ مجھ سے ذکر اسکا ہو نہیں سکتا

خیالِ کونسل بھی شیخ کو ہے پاس مسجد بھی — یہ بیچارہ دو عملی میں کہیں کا ہو نہیں سکتا

ترے بت تو نے یہ دھوکا مجھے اکثر دیا ہے گو میں — سمجھتا ہوں لبِ تصویر گویا ہو نہیں سکتا

یہ مغرب کے چمرگدھ سب پرانے ہو گئے ہیں لیکن — ترا ہمسر کوئی اُلّو کا پٹھا ہو نہیں سکتا

چمن کتنے ہی داغِ لالہ و نرگس دکھا ڈالے — مگر وہ گلشن جلیانوالہ ہو نہیں سکتا

ہمیں ان مدرسوں سے جو ملیگا ہم سمجھتے ہیں — مگر یہ ہے تمھیں قلیوں کا ٹوٹا ہو نہیں سکتا

ابھی سے کیا ضرورت پڑ گئی راؤنڈ ٹیبل کی — ابھی تو فیصلہ میرا تمھارا ہو نہیں سکتا

وطن کی خاک کے ہر ذرّہ کا حق آدمی پر ہے — کوئی اس بوجھ سے ملکر بھی ہلکا ہو نہیں سکتا

ہمارا دل تمھارا ہو گیا کیا اسکو کہتے ہیں — ذرا پھر تو کہو کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

خدا نے ختم فرما دی ہیں ساری خوبیاں تجھ پر — سوا تیرے جہاں میں کوئی تجھسا ہو نہیں سکتا

لگا ہوں میں پھریں دل میں آئی آنکھیں خوش آئیں — یہ بیابا کی پھر ان کا مجھ سے پیدا ہو نہیں سکتا

وہ اب بستر اُٹھائیں اور سیدھی طرح گھر جائیں — ہمارے ہاں تو اب ان کا گزارا ہو نہیں سکتا

مجھے پامال کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ رکھو — کہ مٹ سکتا تو ہے انسان پیدا ہو نہیں سکتا

یہ کیسی شورشیں ہیں ملک کے دل میں یاس و حسرت کی — یہاں شاید نفاذِ مارشل لا ہو نہیں سکتا

ستم پیشہ، جفا جو، فتنہ پرور، بیوفا، بدخو — کوئی دنیا میں ہو سکتا ہے تجھسا ہو نہیں سکتا

کہاں کا نان دہلیس اور کیسی شانتی آتمک

میاں! ہم سے تو ضبطِ جورِ بے جا ہو نہیں سکتا

شیخ جی بس کیجئے انکار پینے دیجئے — بے محل توبہ و استغفار رہنے دیجئے

پالسی کی ملک میں بھرمار رہنے دیجیے
بادشاہت کیجیے بیوپار رہنے دیجیے

خانۂ دل میں خیالِ یار رہنے دیجیے
اس مکاں میں یہ کرایہ دار رہنے دیجیے

آپکا عاشق اٹھاؤں ناز دشمن کے چہ خوش
مجھ سے ڈیوٹی لیجیے بیگار رہنے دیجیے

بیٹھکر انگلینڈ میں کیجے وہاں کا انتظام
آرزوئے فارس و تاتار رہنے دیجیے

باعثِ تسکین دل ہے سینۂ عاشق میں درد
ڈاکٹر صاحب اسے بیمار رہنے دیجیے

اللہ اللہ آپ مجھکو قتل کرنے آئے ہیں
لائیے، رکھدیجیے تلوار رہنے دیجیے

ہیڈ کر دیجیے عدو کو شہر میں لیکن مجھے
گاؤں کا اپنے ہی چوکیدار رہنے دیجیے

حضرتِ دل منزلِ عشق و محبت دور ہے
تیز چلنے سے تو رفتار رہنے دیجیے

شیخ صاحب آپ پر کھلتا نہیں پتلون کوٹ
بس وہی انگا وہی شلوار رہنے دیجیے

جا نہیں سکتی عدو کی سستیٔ اعصابِ عشق
روغنِ زرنیخ و سم الفار رہنے دیجیے

جانتا ہوں آپ کو مجھ سے محبت ہے مگر
یہ ضرورت سے زیادہ پیار رہنے دیجیے

مجھکو اپنا سست چھکڑا ہی کافی ہے حضور
آپ اپنی تیز موٹر کار رہنے دیجیے

چشمِ دشمن کو مبارک آئے لوشن کا ڈراپ
مجھکو اپنی آنکھ کا بیمار رہنے دیجیے

آپ شرما جائیں شاید سنکے میری داستاں
حالِ دل کا مجھ سے استفسار رہنے دیجیے

خاک بھی ہوتا ہے جلکر خرمنِ امید غیر
آہ کو کچھ دیر شعلہ بار رہنے دیجیے

لوٹ ہی کر چھوڑیگا گلشنِ ہندوستاں
اس چمن میں کچھ تو برگ و بار رہنے دیجیے

دوڑتا آئیگا احمق آپکا خط دیکھ کر

اسکو کارڈ بھیجدیجئے، تار رہنے دیجئے

کیا فرمایا، الفت میں ایجاب کوئی دستور نہیں — میں تو ہوں مجبورِ وفا پر آپ اگر مجبور نہیں

عشق کا یہ آئین وفا کا ہرگز یہ دستور نہیں — تم سے ترکِ محبت کرکے زیست مجھے منظور نہیں

سبزہ خطوں کی اُلفت میں تلخیٔ غم منظور نہیں — زہر بھی کھالوں میں تو مجھ سے ہجر بتوں کی دور نہیں

وصل پہ تم مجبور نہیں ہو زیست پہ ہم مجبور نہیں — تمکو وہ منظور نہیں ہے ہمکو یہ منظور نہیں

جائیے بس رہنے بھی دیجئے مجھسے اُٹھے دشمن کے ناز — عاشق ہوں اے بندہ پرور ہستی کی مزدور نہیں

چارہ گر صحت کا خواہاں ہے تو نمک بھر زخموں میں — مرہم جنپر کام کرے وہ دل کے ہمرے ناسور نہیں

میں ہر وقت اس بت کو اپنے پیش نظر ہی پاتا ہوں — دل میں جس کا گھر ہو کوسوں دور بھی ہو تو دور نہیں

توڑ کے اے صیاد قفس کو جا سکتی ہے گلشن میں — گو معذور ہے بلبل لیکن اتنی بھی معذور نہیں

تم کو بھی ہیں سیکڑوں عاشق مجکو بھی ہیں صد ہا معشوق — ہاں میں بھی پابند نہیں ہوں ہاں تم بھی مجبور نہیں

ناز اُٹھاؤں جور سہوں شکوہ نہ کروں خاموش رہوں — یہ شرطیں ہیں عاشق ہونیکی تو مجھے منظور نہیں

راہ لے اس کوچے کی تڑپتا چھوڑ کے مجکو فرقت میں — سچ تو یہ ہے تجھ سے ایدل یہ بھی کوئی دور نہیں

بے مطلب کون اتنی ریاضت کر سکتا ہے دنیا میں — بالکل جھوٹ کہ تجکو زاہد خواہشِ قصر و حور نہیں

حشر میں ملنے کا وعدہ کر بیٹھے گھبرا اُٹھینگے کیا — یہ تو انکو باور ہے عاشق کا نالہ صور نہیں

لائڈ جارج تو اپنے بس پر سب کچھ کرتے ہیں لیکن — بربادی اسلامیوں کی اللہ کو ہی منظور نہیں

دشمن ہی کو مبارک ہو حرصِ اعزاز و خطاب احمق

حمداً للہ، شکراً للہ، مجکو یہ "باسورہ" نہیں

یہ وہ غزلیں تھیں جو ۲۲ دسمبر سے ۱۰ جنوری تک فتح گڈھ سنٹرل جیل میں کہیں ۱۰ کو آگرہ کا کوچ ہوا اور اسکے بعد جو غزلیں ہیں وہ ۷ مارچ تک کی ہیں چونکہ آگرہ میں مشاعرہ وغیرہ کا سلسلہ تھا اور بڑے بڑے قابل آدمیوں کی جمعیت تھی۔ اسلئے یہاں بہت ہی غزلیں ہو گئیں۔ اب جہاں ہوں نہ وہاں کوئی سوسائٹی ہے نہ کوئی سامان تفریح۔ اگر فیض آباد پہنچ جاؤں تو بسا غنیمت ہے۔

سامنے سے مدعی کی بزم میں جاتے ہوئے
وہ نکلجاتے ہیں میرے دل کو تڑپاتے ہوئے

کونسل میں شیخجی پہنچے جو اٹھلاتے ہوئے
خوف سے شیطان بھی ٹھوکریں کھاتے ہوئے

ہیں نگاہ ناز کے بھی تیر کیا خار اشگاف
پار کر جاتے ہیں سینہ دل کو برماتے ہوئے

میں کوئی حلوا نہیں جو آپ کو کھا جاؤنگا
آپ گھبراتے ہیں ناحق میرے پاس آتے ہوئے

دیکھیے ان بندروں کی ہیئت میمونیت
کیا بھلے معلوم ہوتے ہیں یہ غراتے ہوئے

باوجود اس اتقائے خاص کے بھی شیخ جی
بارہا پکڑے گئے ہیں اسکے گھر جاتے ہوئے

آہ ہے شاید تمھیں اس بات کا باور نہو
میں نے دیکھا ہے پہاڑوں کو بھی اڑ جاتے ہوئے

کیا سد لشتی تار پیڈو میں نہیں اتنا بھی زور
ڈوب جائیں مانچسٹر کے جہاز آتے ہوئے

پاٹ بھی کرتے ہیں پنڈت جی تو گھر میں بیٹھکر
اب وہ ڈرتے ہیں شوالے میں بھجن گاتے ہوئے

ٹھیر کر دیکھو گے بھی دل کے تڑپنے کا مزا
یا گزر جاؤ گے یونہی تیر برساتے ہوئے

ایسے وعدے سے تو اچھا تھا کہیں انکار وصل
دو مہینے ہو گئے ظالم کو ترخاتے ہوئے

ضبط کونسل نے دوا الٰہی دیا ان کا نکال
نذر آتے سیٹھ جی کے سب ہی کھاتے ہوئے

ہے محلے میں رقیبوں کے ہمارا بھی مکاں
اُس طرف بھی آ نکلیگا اُدھر جاتے ہوئے

اُسنے جنبش دی لبِ جاں بخش کو میں جی اٹھا
یوں نہ دیکھی ہوگی در تن میں جاں آتے ہوئے

ریل گاڑی میں لکھی ہے ہمنے احمق یہ غزل
فتح گڈھ سے آگرہ کی جیل کو جاتے ہوئے

خبطِ گیسو ہوا عشقِ رخِ جاناں نہ ہوا
مجھکو بچپن ہی ہوئی شکر ہے یرقاں نہ ہوا

سوئے ظن غیر کی جانب کسی عنواں نہ ہوا
آدمیت سے گذر کر بھی وہ انساں نہ ہوا

کلمہ گو جو ترا اے رخِ جاناں نہ ہوا
اہلِ ایماں بھی ہوا وہ تو مسلماں نہ ہوا

صلۂ قوم فروشی کی تمنا ہی رہی
مر مٹا شیخ خوشامد میں مگر خاں نہ ہوا

گلِ عارض پہ ترے بلبلِ شیدا کی طرح
ایک اُلّو بھی تو کمبخت غزلخواں نہ ہوا

مجھکو حیرت ہے ترے عہد میں اے دورِ صلیب
کیوں ابھی آرڈرِ ضبطیٔ قرآں نہ ہوا

لائیں گے اپنی ضرورت کو کہاں سے اشلا
کیا کرینگے اگر امریکہ و جاپاں نہ ہوا

جیل خانے کے چنے جسنے کبھی چاب لیے
پھر وہ صاحب سے مٹن چاپ کا خواہاں نہ ہوا

اہلِ یورپ نے کیا ہے وہ تماشا جو کبھی
آپکے باپ سے بھی حضرتِ شیطاں نہ ہوا

نہ قفس کی تجھے پروا ہے نہ صیاد کا خوف
شکر کہ زاغ کہ تو مرغِ خوش الحاں نہ ہوا

پیار خارجے کا وہ ٹکڑا ابھی ہے کیا خوب کہ جو
دامنِ یار ہوا میرا گریباں نہ ہوا

لب آزر نے کیا مجھکو نہ ممتاز خطاب
پھر مرے کیسے مرے درد کا درماں نہ ہوا

دشتِ وحشت تو مجھے بھول ہی بیٹھا تھا مگر
تو بھی اے جوشِ جنوں سلسلہ جنباں نہ ہوا

چارہ گر اس لئے روتے ہیں کہ بیمارِ فراق — تختۂ مشق بنفشا و چپستاں نہوا

مرگیا موت سے پہلے ہی شبِ ہجر احمق

ملک الموت کا شرمندۂ احساں نہوا

تری ہیئت کے نقشے جسکی آنکھوں میں سمائے ہیں — عجب کیا ہے اگر اُسنے کبھی بندر نچائے ہیں

اسیرِ دامِ گل کے واسطے پھندے لگائے ہیں — مرے صیاد نے بلبل بھی کیا اُلّو بنائے ہیں

بحمد اللہ کہ اس تو انتخابِ بزم کونسل میں — جنابِ شیخ نے سب سے زیادہ ووٹ پائے ہیں

مرے زخموں سے آخر کیا رقابت ہے کہ سرجن نے — جہاں مرہم کی حاجت تھی وہاں ٹانکے لگائے ہیں

یہی تو ہیں جو سر نیچا کیے بیٹھے ہیں محفل میں — یہی تو ہیں جنہوں نے عاشقوں کے دل چرائے ہیں

چمن جب نذرِ صرصر ہونے والا ہے تو اے بلبل — یہاں یہ گھونسلے کس واسطے تو نے بنائے ہیں

لہو سے تر بتر ہے چپہ چپہ خاکِ یوناں کا — سمرنا کی زمیں کے قطرۂ خوں رنگ لائے ہیں

خدا رکھے تجھے اے باغبانِ باغِ حریت — زمینِ شورِ ہندوستان میں کیا پودے لگائے ہیں

وفا کا امتحاں گو سخت تھا لیکن میاں کلو — خدا کا شکر ہے کالج میں سب سے نمبر آئے ہیں

خدا توفیق دے اصلاح کی ان ماڈریٹوں کو — یہی حضرات سارے ملک میں آفت مچائے ہیں

مزا لوٹا نہیں گلچینیٔ باغِ محبت کا — ابھی تک آپ نے اے جانِ من کوّے اڑائے ہیں

محبت میں نہ پوچھو کس طرح گذریں ہیں دن اپنے — خدا ہی جانتا ہے جس قدر صدمے اٹھائے ہیں

رہا کرتا ہے شعر و شاعری کا رات دن چرچا

مزے میں ہیں ہم احمق آگرہ میں جب سے آئے ہیں

خداوند اتعلق کچھ تو حسن و عشق کا کر دے
مجھے بندر بنا دے یا انھیں کو تو گدھا کر دے

کہیں سے مانگ کر دے، مول لیکر دے، چرا کر دے
ہر صورت انھیں دل چاہیئے دل کوئی لا کر دے

وطن پہ جان دیدے، حریت پر دل فدا کر دے
جو انسان ہے تو پھر انسانیت کا حق ادا کر دے

نگاہ زہر آلود حسیناں اے معاذ اللہ
اگر امرت بھی ہو تو شاید اسکو سنکھیا کر دے

بہت قابض ہے خوانِ نعمتِ مغرب کا حلوا بھی
عجب کیا عاشق ہضم اسکی سقوطِ اشتہا کر دے

مری جانب سے اکثر سوئے ظن رہتا ہے لوگوں کو
ترے قربان اے زاہد مجھے بھی پارسا کر دے

وہ گھر جانے کو ہیں لیکن کوئی ایسا نہیں ملتا
جو دو روٹی پکا کر ساتھ ان کے ناشتا کر دے

دلِ عاشق فراغت کی جگہ ہے تم جو فرماؤ
وہ اس گھر کو تمھارے واسطے بیت الخلا کر دے

سماقِ دہر پر دستِ فلک تشایث ڈالوں کو
مزا ہو اس قدر رگڑے "سفوف" تم بھلا کر دے

مریض عشق کو اچھا نہیں یہ مسہل اے سرجن
ذرا سا اوپیم بھی شاملِ مگنیشیا کر دے

اثاثہ جان و دل کا ہو چکا نیلام اب کوئی
تجھے کیا "ڈکنس" ہے دسائے عشق ظالم اور کیا "ڈگری" دے

غضب ہوگی سکون ملک دل میں شورش حسرت
نگاہ اسکی نفاذ رولٹ ایکٹ جا بجا کر دے

سدھانا بندروں کا اے قلندر سخت مشکل ہے
انھیں روٹی کا اک ٹکڑا ابھی دو گھنٹے نچا کر دے

مزے کی چیز ہے اہل ہوالا کی جماعت بھی
جسے چاہے یہ لیڈر منتخب کر کے گدھا کر دے

وہ کچھ باتیں بنا کر دل مرا لیجانے والے ہیں
الٰہی دو گھڑی کے واسطے مجھکو گدھا کر دے

وہ تیر عشق بنکر انبہ قابو پا لیا میں نے
وہ ڈرتے ہیں کہیں ایسا نہو یہ بد دعا کر دے

امید شیخ اے غنچے الٰہی پھول ہو جائیں
ہوائے حسرت آخر کہیں کا رصبا کر دے

جلائے عشق! کیا اتنا بھی تجھ سے ہو نہیں سکتا
مرے دل کو کسی کی آرسی کا آئنا کر دے

محبت اور اُس بیدرد کی، بس چپ رہو احمق
وہ سُن پائے کہیں یہ بات تو آفت بپا کر دے

مدّنظر ہے دل بس اسی کا یہ پیار ہے
ورنہ وہ چشم ہوز نہ وش کس کی یار ہے

تیرے فراق میں عجب اک انتشار ہے
دل کو سکون ہے نہ جگر کو قرار ہے

جب سے مجھے تصوّرِ گیسوئے یار ہے
شپّرہ کی طرح نورِ سحر ناگوار ہے

دل ان کی تاک میں ہے وہ ہیں دل کی گھات میں
یہ عشق کیا ہے معرکۂ گیر و دار ہے

ٹھوکر تری عدو ہی کو ہو وجہِ دستگیریٔ
میرے لئے تو باعثِ صد افتخار ہے

اللہ رے پاسبانِ درِ دوست کا ادب
گویا وہ کوئی عابدِ شب زندہ دار ہے

جب کوئی اونٹ دیکھتا ہے قیس دور سے
چلّاتا ہے کہ وہ مری لیلیٰ سوار ہے

اُس کی ہر اک نگاہ مرے دل کے واسطے
خنجر ہے، نیمچہ ہے، چھُری ہے، کٹار ہے

دشمن کو شب میں گھر پہ سلایا نہ کیجئے
بندہ نواز! اسکے لئے اشتہار ہے

غیرِ کمینہ وش کی نجابت بھی کھُل گئی
معلوم ہو گیا کہ وہ گھوسٹ چمار ہے

مجھکو بھی مرگِ غیر کا افسوس ہے مگر
کیا کیجئے مشیّتِ پروردگار ہے

کیا نازکی ہے او بُتِ اسلام کش تری
تکبیر زیرِ لب بھی سماعت پہ بار ہے

مصرعِ قدِ یار میں تنقید کو نہ چُست
برجستہ ہے اگرچہ ذرا ناگوار ہے

خاکِ وفا ہے اور گدھے ہیں رقیب کے
کیا پائمالِ جورِ ہمارا غبار ہے

دل، جمع کر کے صیغۂ الفت میں فیس شوق
لیسنس وصلِ یار کا امیدوار ہے

ہر بوم و شپرو زعن و زاغ و فاختہ
صیّاد! تیرے تیر نگہ کا شکار ہے

احمق مجھے خجندی و عارف کی وجہ سے
زندانِ آگرہ چمنِ پر بہار ہے!

چلا ہے اودا، کونسل طلب کیا شاداں ہو کر
زمینِ کوئے آتو رنج دیگی آسماں ہو کر

گُلِ نو خاستہ پامالِ جورِ باغباں ہو کر
رہیگا میز پر گلدستۂ باغ جناں ہو کر

متاعِ جانِ عاشق لوٹتے ہو پاسباں ہو کر
مریچاں مُلک میں ڈاکا نہ ڈالو حکمراں ہو کر

جنابِ شیخ کی دستار ہے یا دامن تقوے
کوئی شئے میکدے میں اُڑ رہی ہے دھجیاں ہو کر

ہمارے قطرۂ خوں زیب جیب اِن خاطر ہیں
رہیں افسانۂ عشق و جنوں کی سرخیاں ہو کر

شبِ وعدہ یہ کیا معلوم تھا یوں آ ٹپکیگا
رقیب روسیہ ساتھ مرگِ ناگہاں ہو کر

لڑکپن ہی میں جنکو دل چُرا لینے کی عادت ہے،
ڈکیتی پر آئینگے شاید وہ جواں ہو کر

کوئی نامہرباں ہو کر بھی اتنا کر نہیں سکتا
کیا ہے آپنے جو بندہ پرور مہرباں ہو کر

ہوائے شوقِ آزادی کے جھونکے یہ بتاتے ہیں
رہیگی سرزمینِ ہند باغِ بے خزاں ہو کر

کبڈی اور اکھاڑے کی بدولت جیا نخانے سے
اسیرانِ وطن نکلینگے اکدن پہلواں ہو کر

تماشا ہے بنا ہیں بڈ ہی یہ مغربی گڈے
مری آنکھوں میں رہنا چاہتے ہیں پتلیاں ہو کر

زمیں سے کے رہنے والوں کیلئے گویا ضروری ہے
رہینگے پائمالِ گردشِ ہفت آسماں ہو کر

مراد دل اور اُنکی آرزو یوں ہیں بہم، گویا
رہیں دو آدمی با قاعدہ بی بی میاں ہو کر

تعجب ہے مری آہیں فلک تک جا پہنچتی ہیں
ضعیف و خستہ و زار و نزار و ناتواں ہو کر

ہزاروں بیگناہوں کی لحد کھدوا کے دم لینگے ہم
کسیکی زلف کے پھندے ہے گلوں کی پھانسیاں ہو کر

تری حسرت ترے عاشق کی وجہ زندگی ٹھہری
کبھی تسکین دل بنکر کبھی آرام جاں ہو کر

وہ کیا آتے مگر ہاں آگئیں ان کے تصور میں
دم آخر کچھ آہیں لب پہ اپنے ہچکیاں ہو کر

مرے گھر آگئے اُن کو یہ سبق تو مل گیا ہوگا
نہ جائینگے کہیں وہ بے بلائے میہماں ہو کر

ہزاروں تیر برسائے کلیجے پر بڑھاپے نے
غضب ڈھایا ترے قدِ خمیدہ نے کماں ہو کر

بسنتی رنگ میں ڈوبا ہوا ہر شعر احمقؔ کا
ہنسا دیتا ہے روتوں کو بھی کشتِ زعفراں ہو کر

برٹش کی حکومت میں ہے انصاف کا در بند
کہتا ہے جو سچ بات وہ ہوتا ہے نظر بند

ساقی نے جو بھیجے ہیں مجھے شیشۂ سر بند
کیفیتِ میخانۂ الفت ہے، مگر بند

دشمن کے لئے جب سے ہے ہوا فتح بریکفاسٹ
عاشق پر اُسی روز سے ہے باب ڈنر بند

تثلیث کے ہاتھو یہ تعجب تو نہیں ہے
توحید کی تعلیم بھی ہو جائے اگر بند

اک پردہ نشیں جب سے کرائے پہ ہے آئیں
رہتا ہے مرا خانۂ دل آٹھ پہر بند

سر پیٹتی پھرتی ہے ترے جور کی فریاد
دروازۂ انصاف و عدالت ہے مگر بند

کس درجہ پشیماں ہوئے ہیں وہ سرِ بزم
پاجامے میں اتنا بھی نہ بودا ہو کمر بند

سجدے ہیں یہی گر ترے نقشِ کفِ پا کے
ڈر ہے کہ نہ ہو جائے تری راہِ گزر بند

میخانہ کا دروازہ تو وا ہے ابھی اے شیخ
کس طرح یقیں آئے کہ ہے توبہ کا در بند

ہمکو یہ خبر کیا تھی کہ ہم مثل عنادل
ہو جائینگے یوں فصل گل آتے ہی نظر بند

شب ہمکو کسی طرح بسر کرنی ہے ساقی
مسجد میں چلے جائینگے میخانہ ہے گر بند

ہے ڈاک یہ کیا سنسر قبلہ کی عنایت
آتا نہیں اب کوئی لفافہ مرا سر بند

اب چاشنیٔ شربت آنر نہ ملے گی
سُنتے ہیں کہ ہوتی ہو ولایت کی شکر بند

ہوتے ہیں جو حریت کامل کی فدائی
رہتے ہیں وہ محبوس، گرفتار، نظر بند

تم ہاتھ نہ سینے سے ہٹاؤ کہ مری جاں
مشکل سے ہے اس وقت مرا درد جگر بند

جب ہجر میں تڑپا یہ ندا آئی فلک سے
ہے تیری دعاؤں پہ ابھی باب اثر بند

صیاد کا بچپن بھی غضب ہے کہ چمن میں
بلبل کی جگہ زاغ و زغن ہوتے ہیں پر بند

کیا رنج ہے عدو بازی شطرنج وفا میں
وہ کشت پڑی آکے کہ سب ہو گئے گھر بند

احمق کی زباں بند کرو، ورنہ برابر
وہ جیل میں لکھے گا غزل رہ کے نظر بند

اِک زمانہ ہو گیا دل کی تمنا دل میں ہے
مدتیں گزریں کہ یہ لیلیٰ اسی محمل میں ہے

شیخ کا سا مفلس و قلاش بھی کونسل میں ہے
حیف اسیر جو ابھی اس سعی بے حاصل میں ہے

تیری اس عزت کا خاکہ جو عدو کے دل میں ہے
ہو بہو بس مارشل لا اور رولٹ بل میں ہے

جسکو ہو گا اُسکو ہو گا جان کے جانے کا رنج
ہم تو خوش ہیں سر ہمارا دامن قاتل میں ہے

ایک ہے مجنوں کو لیلیٰ ہو کہ لیلیٰ کا خیال
بات صرف اتنی ہے وہ محمل میں ہے یہ دل میں ہے

غیر ہی کو صورت ماضی پہ مبارک ہو یہ رقص
حال وجد اپنا تو پنہاں لحن مستقبل میں ہے

اپیلی کیشن ہماری داخلِ دفتر ہوئی — غیر کی درخواست سنتے ہیں ابھی فائل میں ہے

اب دمِ بسمل تڑپنے کی ملیں گی لذتیں — مژدہ باد اے دل نمکداں بھی کفِ قاتل میں ہے

نمبری فتوے جہاں ہوتے ہیں ٹائپ وہ مشین — دار الافتائے جناب "ایس پی ہال" میں ہے

دل کی قیمت چار پیسے بھی نہیں لگتے وہاں — اک پیالی چائے کی حسرت بھی اب تک دل میں ہے

ہائے وہ کہتا کسی کا سُن کے میرا مدعا — تم سے ناحق ہم نے پوچھا کیا تمہارے دل میں ہے

بھق سے اُڑ جائے نہ آخر قصرِ تعمیرِ عراق — اک ہوائے اشتعال انگیز بھی محفل میں ہے

غور سے یوں دیکھنے والے کسی کے سر کی چوٹ — زخم وہ بھی تو ذرا دیکھیں جو میرے دل میں ہے

اے قضا فرصت میں آنا چاہیئے تجکو ابھی — روح پٹواری حساب ایک دو دشمل میں ہے

قحط کا غم، نوکری کی فکر، بچوں کا خیال — سچ تو یہ ہے بھائی صاحب زندگی مشکل میں ہے

آپ چاہیں تو نکل سکتی ہے دل کی آرزو — آپ نے مشکل میں رکھا ہے تو وہ مشکل میں ہے

رخنہ گر قسمت نہ ہو تیری تو لیلیٰ کا جمال — دیکھ او مجنوں کہ روزن پردہ محمل میں ہے

ہے کئی پشتوں سے حاصل اسکو اعزازِ وفا
مدتوں سے یہ خمیر احمق کی آب و گل میں ہے

میرے نالوں سے آشنائی کی — شامت آئی ہے نارسائی کی

رات اور رات بھی جدائی کی — عمر نے آج بے وفائی کی

یاس کی بے طرح صفائی کی — شوق نے کیا ہی مو بلائی کی

محشرستانِ غم ہے دل میرا — کس کی آنکھوں نے فتنہ زائی کی

عشق تجھ سے نہیں کیا میں نے — بلکہ بندر سے آشنائی کی

کہہ رہا ہے یہ آپ کا انکار — نوبت آئے گی ہاتھا پائی کی

عمر گذری قفس میں اے صیاد — اب گئی آرزو رہائی کی

کشتیٔ دل کی بحرِ آنز میں — لاٹ صاحب نے ناخدائی کی

جو دکھائینگے صورتِ نمرود — ہے جنھیں آرزو خدائی کی

رخِ تتو نے ہے اور غازہ مگر — گت بنی خوب پارسائی کی

ہائے تقریبِ وصل کیا ہوگی — ان کو عادت نہیں مٹھائی کی

وہ جنانے پہ پھیرے کھتے ہیں — اب کہو کس نے بے وفائی کی

دل کیا ہم نے نذر لارڈ جارج — کیسے کھوسٹ سے آشنائی کی

مُنڈ گیا جا کے اسکے کوچے میں — کیا حجامت ہوئی ہے نائی کی

سجدے کرتے ہیں غیر اللہ کو ہم — قدر کھوتے ہیں جبہ سائی کی

سچ تو یہ ہے کہ شیخ جی تم نے — ناک کاٹی ہے پارسائی کی

جیل کے بعد پھر کہاں احمق
صحبتیں جوزف وڈسائی کی

سو فتیں اور ایک پیالہ شراب کا — یارب برا ہو ساقیٔ خست مآب کا

یہ شکلِ زشت اور یہ تقاضہ نقاب کا — اللہ حافظ آپ کی شرم و حجاب کا

ہندوستان میں دورہ ہے انقلاب کا — احسان ہے ترے کرم بے حساب کا

بچپن ہی میں جب آتے ہیں عاشق حضور کے
گزریگا کس طرح سے زمانہ شباب کا

اس عہد میں فرشتہ صفت ہے وہ آدمی
ہے جسکے سر پہ بھوت حصولِ خطاب کا

آنکھوں نے رو کے نام ہی بالکل ڈبو دیا
گنگا کا، گھاگرا کا، اٹک کا، چناب کا

ہوں محو یادِ مصحفِ عارض کچھ اس قدر
کہنے لگے ہیں سب مجھے کیڑا کتاب کا

کب قابلِ ستائش اُلفت ہے حسنِ یار
اک شعبدہ تھا شوخیِ رنگِ نقاب کا

یہ ملکِ دل میں شورشِ رنج و غم و محن
دراصل پیش خیمہ ہے اس انقلاب کا

اتنا غرور ہو کے جواں اے تری پناہ
اب تو مزاج ہی نہیں ملتا جناب کا

شیخ اشتہار بانٹتے پھرتے ہیں شہر میں
نیلام ہونے والا ہے ٹھیکہ شراب کا

کیوں ہو رہے ہیں اہلِ خرابات لوٹ پوٹ
ساقی کا پیٹ ہے کہ ہے مٹکا شراب کا

شیرینیٔ وفا نے مزا تلخ کر دیا
گڑ کا، شکر کا، قند کا، مصری کا، راب کا

پیدا ہوا جو آرزوئے وصلِ یار سے
گھر بس گیا مرے دلِ خانہ خراب کا

سقمونیا ہے ترکِ تعاون کے مسہلات
سودا نکال دینگے حصولِ خطاب کا

اربابِ حل و عقد حکومت کی پالیسی
کھوتی ہے خود دلوں سے اثر رعب داب کا

وہ دن بھی خوب تھے کہ جب اس حسن میں نہ شوخی
سکہ رواں تھا تیرے نظامِ شباب کا

طرزِ تبسم اس کا اُڑاتا اگر نہ وہ
غنچہ چٹک کے پھول نہ بنتا گلاب کا

احمق پیران کی سحر نگاہی کی کیا اثر
طالب وہ بادہ کا نہ وہ خواہاں خطاب کا

پیری میں بھی جفا کی وہی آن بان ہے — پہلے جو تیر تھا تو وہ قد اب کمان ہے

دور سبو ہے اور وہ یوں بے تکان ہے — گویا جناب شیخ کے گھر کی دوکان ہے

برچھی میں دھار ہے نہ سروہی پہ سان ہے — کیا ہو مجھے خوشی کہ مرا امتحان ہے

آیا تھا کیوں زباں پہ مری انکے سامنے — وہ حرف آرزو کہ اب اک داستان ہے

تیرے بغیر جیب ہے ہاں مری زندگی محال — پھر اس میں کیا غلط ہے کہ تو میری جان ہے

مطلب یہ ہے کہ میں تو جلوں وہ ہو سرخرو — سگرٹ مجھے ہے اور رقیبوں کو پان ہے

باقی رہی نہ خاک بھی پامال جور کی — شاید زمین کوئے بتاں آسمان ہے

اے حسن یار حرمت ناموس چاہئے — تیری طرف سے عشق بہت بدگمان ہے

ممکن نہیں کہ بار عیادت اٹھا سکے — تیرا مریض ہجر بہت ناتوان ہے

اس چشم مست پر بھی پکیٹنگ چاہئے — وہ بھی تو اک کھلی ہوئی مے کی دوکان ہے

مجکو دکھا کے غیر پہ ہیں مہربانیاں — اچھا تو یہ کہو کہ مرا امتحان ہے

اللہ ری حسرتیں دل آتش پرست کی — صاحب بہادروں کی بھی آفت میں جان ہے

ذلت اٹھا کے غیر وفادار بن گیا — ہلدی جو پس گئی ہے تو اب زعفران ہے

اعزاز بھی خطاب بھی بسکٹ بھی چاہ بھی — سچ پوچھئے تو غیر بڑا اکھاگوان ہے

اے عالم تصور گیسو خدا گواہ — تو اپنے قیدیوں کیلئے ''انڈمان'' ہے

کس نے کہا تھا حضرت دل اسکو چاہئے — اب کیا کرے کوئی جو مصیبت میں جان ہے

احمق کو جور چرخ کا شکوہ نہیں کہ اب

اسیر جفائے یار بہت مہربان ہے

ظلم و جفائے یار کا خوگر بنائینگے
ہم دل کو ہو سکیگا تو پتھر بنائینگے

جو اپنے دل کو طالبِ آتش بنائینگے
دوزخ میں گھر وہ اپنا مقرر بنائینگے

کچھ تو پیامِ شوق کی تقریب اُن سے ہو
ہم اپنے مرغِ دل کو کبوتر بنائینگے

تو لینگے موتیوں میں غمِ ہجر یار کو
ہم قطرہ ہائے اشک کو گوہر بنائینگے

صاحب بہادروں سے بہت بھاگتا ہے دل
اب اسکو ڈیم فول کا خوگر بنائینگے

تہذیب مغربی کا اشارہ یہ مجھسے ہے
ہم آدمی سے اب تجھے بندر بنائینگے

اے ہجر یار مار کے تجھکو مرینگے ہم
تیری بھی تربت اپنے برابر بنائینگے

اہلِ پولیس کو ہے مری فکر کس لیے
کیا پھر وہ جعل اب کوئی مجھپر بنائینگے

سی آئی ڈی کی خدمت دینے کے عوض
سی آئی ای وہ مجھکو مقرر بنائینگے

شیرینیٔ وفا کی ہے بہتات اگر یہی
حلوہ فروش گڑھ کو بھی شکر بنائینگے

کشتہ کیا ہے حسرتِ پابوسی میں جسے
کیوں اسکی کھال کا وہ سلیپر بنائینگے

دل کو تو پہلے اشکِ رواں نے ڈبو دیا
ان سے کہو کہ اب وہ کہاں گھر بنائینگے

بُت کچھ خدا نہیں کہ ہمیں ان کا خوف ہو
آخر یہ کیا کسی کا بگڑ کر بنائینگے

تعزیر اگر نہ دینگے مجھے جرمِ عشق پر
پاجی، گدھا، سؤر، تو مقرر بنائینگے

نائی بغیرِ شیو تو ممکن تھا لیکن اب
روٹی وہ اپنے ہاتھ سے کیونکر بنائینگے

ہے بزمِ مے میں حاجتِ اربابِ دین بھی
ہم اس کلب کا شیخ کو ممبر بنائینگے

مجکو یہ کیا خبر تھی کہ آپ اے جناب عشق
یوں ابتدا ہی میں مرے دم پر بنائینگے

امید ہے کہ حسرت مآثر کی قبر بھی
احباب میرے میری برابر بنائینگے

احمق ہے جیلخانہ بھی کیا لطف کی جگہ
ہم اس میں کانگریس کا دفتر بنائینگے

محبت میں ادا کیا نا روا کیا
دل آیا جب تو پھر اچھا برا کیا

مری حالت سے انکو واسطہ کیا
وہ کیا جانیں وفا کیا ہے جفا کیا

میں اور دل تمکو دیدوں یہ کہا کیا
عدو کی طرح ہوں میں بھی گدھا کیا

مری کشتی ہے بے پروائے ساحل
تلاطم خیزیٔ بحر فنا کیا

سوال وصل پر یارو عدو کو
یہ اس الو کے پٹھے نے کہا کیا

جسے تم مدعی سمجھو بھلا وہ
کرے تم سے بیان مدعا کیا

نوازشہائے آئندہ سمجھتا ہوں
شکایتہائے بیشتر کا گلا کیا

سب انکی قدردانی ہے وگرنہ
مرا دل کیا ہے دل کا مدعا کیا

بڑے صاحب نے پوچھا ہے ہمیں آج
نہ پوچھو اب ہمارا پوچھنا کیا

ہمارا دل ہے ہم چاہے جسے دیں
میاں ناصح تمہارے باپ کا کیا

نہ پوچھو میں تمھیں کیوں چاہتا ہوں
یہ پوچھو میں نے دیکھا تم میں کیا کیا

چلے کالج سے پہنچے کونسل میں
ہماری ابتدا کیا، انتہا کیا

تم اپنے دست و بازو کو سراہو
ہماری سخت جانی کا گلا کیا

مرے خط کے عجب معنی تراشے — لکھا کیا تھا رقیبوں نے پڑھا کیا

خود اُنکے سر میں خارش تھی نہیں تو — کسی کو راہ چلتے چھیڑنا کیا

مجھے دیکھو فرشتے بن پہ نہ جاؤ — نہیں دُنیا میں اب اہلِ وفا کیا

جنھیں ملتی ہے پنشن ان کو احمق

خیالِ پرسشِ روزِ جزا کیا

ہمارے دل کا کوئی قدرداں نہیں ملتا — یہ اونٹ وہ ہے جسے سارباں نہیں ملتا

جہاں میں امن و اماں کا نشاں نہیں ملتا — لبِ شہر کو چین تہِ آسماں نہیں ملتا

کچھ ان کو اپنی جفاؤں پہ غیرت آئی ہے — تو ڈوبنے کے لئے اب کنواں نہیں ملتا

قفس سے ہو کے رہا مرغِ آشیاں برباد — چمن کو ڈھونڈھتا ہے اور نشاں نہیں ملتا

رقیب ہی کے لئے ہے یہ چائے اور بسکٹ — ہمیں تو پان بھی اے میرجاں نہیں ملتا

جگر یہ تیرِ ستم کھانے کی تمنا ہے — ستم یہ ہے کوئی ابرو کماں نہیں ملتا

اسی طرح وہ مرا دردِ عشق سُن لیتے — مگر مجھے کوئی افسانہ خواں نہیں ملتا

نکل کے گھر سے مرے اب یہ حال ہے ان کا — تلاش پر بھی کوئی قدرداں نہیں ملتا

اب آئی ہے مری باری تو قتل گہ میں انھیں — غضب یہ ہے کوئی خنجر رواں نہیں ملتا

ہمارے بعد یہ کیا ہو گیا کہ دُنیا میں — کہیں بھی مہر و وفا کا نشاں نہیں ملتا

جبینِ ناصیہ فرسا ہے جی حضوری کو — درِ خطاب! ترا آستاں نہیں ملتا

نہیں ہیں چشمِ حقیقت سے دیکھنے والے — وگرنہ وہ بُتِ کافر کہاں نہیں ملتا

وہ مرگِ غیر پہ اظہارِ غم کریں کس طرح — کرائے پر بھی کوئی نوحہ خواں نہیں ملتا

میں قیس ہوں کہ اٹھاؤں ترے شترِ غم سے — عبث مزاج ترا ساربان! نہیں ملتا

سُنا ہے جاتے ہیں اب آگرہ سے فیض آباد

سکوں ہمیں کبھی "احمق میاں" نہیں ملتا

میرے دل پر اک عجب حیرت کا عالم کر دیا — ان نگاہوں نے یہ کیسا مسمریزم کر دیا

اضطرابِ دردِ فرقت نے یہ عالم کر دیا — ہجر کی شب مجھکو اک برقِ مجسم کر دیا

دیکھئے جسکو لئے آتا ہے بہرِ نذر دل — چاہنے والوں نے انکا ناک میں دم کر دیا

رہ گیا قاتل بھی ششدر مُنہ ہمارا دیکھکر — اس طرح مقتل میں ہم نے امتحاں ختم کر دیا

میرے نامے کا تو مطلب صاف و واضح تھا مگر — پڑھنے والوں نے پڑھا ایسا کہ مبہم کر دیا

کیا بُری شے ہے رعونت بھی ہزاروں آدمی — تھے، کہ جن کو اس نے شیطانِ مجسم کر دیا

اس خطا پر یعنی میں نے کیوں کیا اظہارِ عشق — اسقدر مارا مجھے اُس نے کہ بے دم کر دیا

تو نے اے عشقِ زنخداں کے ہوا بازار بیچ یہ ہے — سیب جیسی چیز کو ہم نرخِ شلجم کر دیا

مشتبہ ہیں کیا مری جانب سے انکی بھی میرِ دوست — اب تو میں نے اس جگہ کا بیٹھنا کم کر دیا

کیا قیامت کی یہ تو نے شوخیِ رفتارِ ناز — عاشقوں کو پائمالِ جورِ پیہم کر دیا

شیخ جی اس میں تہجد کی کرامت کچھ نہیں — پانیر نے آپ کو مشہورِ عالم کر دیا

ملزمِ الفت اگر میں تھا تو مجھکو مارتے — آپ نے راشن مرا کس واسطے کم کر دیا

کام آئی عاشقوں کے انکی دریوزہ گری — کچھ دنوں کے واسطے آٹا فراہم کر دیا

کم نہ تھا یونہی مراق اپنا کہ تو نے اے صبا
اور بھی کچھ گیسوئے جاناں کو برہم کر دیا

ہنس پڑیں بے ساختہ سن کر جسے اہلِ مذاق
لیجئے احمق نے وہ سامان فراہم کر دیا

کیمپ میں بھی میں رہا کرتا ہوں دفتر کے سوا
گالیاں بھی میری قسمت میں ہیں ٹھوکر کے سوا

ان کی تسکین ہو کس طرح سے آنر کے سوا
چین پایا بھی ہے مادہ نے کہیں نر کے سوا

حرص کو شر ہو تو دوزخ میں جلوں اے ساقی
مجکو کچھ اور نہیں چاہئے کنسٹر کے سوا

نامۂ یار کا مشکل ہے پہنچنا مجھ تک
تاک میں غیر بھی ہیں حضرت سینسر کے سوا

نزع میں بھی ہے مجھے حرمتِ قضا کا خیال
اب بھی کچھ منہ سے نکلتا نہیں "یس سر" کے سوا

اور ہی کچھ ہے طبیبو! مرضِ غم کا علاج
کاہو و خطمی و بابونہ و اذخر کے سوا

اور تھا کیا مجھے پالش کا صلا کیا ملتا
حضرت بوٹ کی سرکار سے ٹھوکر کے سوا

وہ مرے دل سے جو نکلیں تو کہاں جائیں کہ اب
دوسرا گھر بھی نہیں ہے انھیں اس گھر کے سوا

دل اگر دے تو نہ دے مجکو خدا کچھ دل میں
خواہشِ ممبری و کونسل و آنر کے سوا

لکھ پتی ہو تو کرے ان کی محبت کا خیال
جانتے ہی وہ نہیں کچھ طلبِ زر کے سوا

حسنِ فیشن کے لئے سخت ضرورت ہے کہ کچھ
حسنِ صورت بھی ہو نکٹائی و کالر کے سوا

یہ مزید ان کی عنایت ہے کہ عاشق سے وہ اب
بدھ کو بھی مل لیا کرتے ہیں سنیچر کے سوا

بسکہ گرداب میں ہے اب کشتیٔ آئین شکنی
ناخدا کون بنے حسرت و جوہر کے سوا

جن دماغوں میں بسی ہے نئی تہذیب کی بو
عطر کیا جائیگا اب ان کو لونڈر کے سوا

وہی صورت وہی عادت وہی نقشہ وہی رنگ
کس سے تشبیہ انھیں دیجیئے بندر کے سوا

بس وہیں بیٹھ کے فرمائینگے تلقینِ صلوٰۃ
شیخ جائینگے کہاں بزمِ مزعفر کے سوا

عمر بھر ناصیہ فرسائے درِ دیر رہا
برہمن کو نہ ملا خاک بھی پتھر کے سوا

سخت ہے مسئلہ ہند کی گتھی احمق
کون سلجھائے اسے ناخنِ خنجر کے سوا

وہاں شیخ محوِ مناجات ہے
شبِ لیلۃ القدر کی رات ہے

خیال اُسکے گیسو کا دن رات ہے
ہمیں جیل میں بھی حوالات ہے

مری اس قدر کیوں مدارات ہے
مگر اس میں بھی کچھ نہ کچھ گھات ہے

اُلٹنے کو ہے مدعی کی بساط
بس اب دوسری چال میں مات ہے

وہ کہتے ہیں پچھلے ستم بھول جاؤ
یہ اچھی تلافیٔ مافات ہے

کسی طرح کاٹے سے کٹتی نہیں
قیامت کا دن ہجر کی رات ہے

وہ کھلجائینگے چار چھ بار میں
ابھی ان سے پہلی ملاقات ہے

عدو نے کہا ہے جو کچھ آپ کو
کہوں کیا بڑے شرم کی بات ہے

وہ کیوں آج ہیں اسقدر مہرباں
خدا جانے یہ آج کیا بات ہے

نہیں کوئی بدخواہِ ملک و وطن
مگر جن کو حرص خطابات ہے

وہاں چھپکے جاتا ہے غیر اسطرح
جو دیکھے یہ سمجھے اہستمات ہے

ہمیشہ رہا مورد ظلم عشق
ترے عہد میں کیا نئی بات ہے

امامت بھی اب ممبری ہو گئی   یہاں بھی گورمنٹ [illegible]

برہمن ہی سے کیجئے عشق اب   بتوں سے تو ترکِ موالات ہے

بہت دن سے آیا نہیں گھر سے خط

نمعلوم احمق یہ کیا بات ہے

ہنگامہ زارِ شوق دلِ زار ہو گیا   کیا دفعتہً یہ اے نگہِ یار ہو گیا

اس درجہ محوِ لذتِ آزار ہو گیا   احساسِ دردِ دل مجھے دشوار ہو گیا

سارے جہاں کا حال زمانے کی داستاں   خط کیا ہوا رقیب کا اخبار ہو گیا

یوسف کے دم سے گرمیٔ بازار تھی، مگر   تو آگے اور رونقِ بازار ہو گیا

ان کا غبار خاک نشینانِ عشق سے   اتنا بڑھا کہ بیچ میں دیوار ہو گیا

غیر اور ضبطِ رازِ محبت محال تھا   آخر وہ جان دینے کو تیار ہو گیا

ہم جانتے تھے سہل ہے مرنا مگر نصیب   وہ بھی فراقِ یار میں دشوار ہو گیا

یورپ میں پالسی کا خزانہ تھا جس قدر   نذرِ عراق و فارس و تاتار ہو گیا

تاکیدِ ناز اُٹھانے کی کیوں ہے رقیب کو   بندہ نواز عشق بھی بیگار ہو گیا؟

خوش ہوں کہ عشقِ زلف کی عزت تو مل گئی   گو سترہ الف میں گرفتار ہو گیا

اک گلبدن کے عشق میں کھائے ہوئے تھے داغ   سینہ ہمارا غیرتِ گلزار ہو گیا

جو کچھ تھا نقدِ زہد و ورع شیخ جی کے پاس   سب آج نذرِ قشقہ و زنّار ہو گیا

فرقت بھی کیا بلا ہے کہ دل سا عزیز دوست   دشمن ہے بڑھ کے جان کو آزار ہو گیا

کہتے ہو مدعی پہ نہیں چشمِ التفات | یہ تو صریح ظلم سے انکار ہوگیا
جاگیرِ نجد کام ہی آئی کہ آخرش | مجنوں کا خاندان زمیندار ہوگیا
ساقی کی ایک آنکھ کا اعجاز تھا کہ میں | بس ایک ہی پیالے میں سرشار ہوگیا
لکنت نے خوب کام بنا یا دمِ وصال | انکار کرنے والے تھے اقرار ہوگیا
کیا پوچھتے ہو اس نگہِ نیم باز کو | اک تیر تھا کہ دل کے مرے پار ہوگیا

احمق امید کس سے محبت میں کیجئے
دل بھی جب اپنا اسکا طرفدار ہوگیا

شکل آنہ نظر نہیں آتی | میری امید بر نہیں آتی
کیا سبب ہے کہ اسکے کوچے سے | میرے دل کی خبر نہیں آتی
قدِ موزوں کو جانتا ہوں کھجور | شاعری مجھکو کر نہیں آتی
سچ تو یہ ہے کہ آپ کو سچ بات | حضرتِ پانیر ا نہیں آتی
ہائیں صد سالگی بھی زاہد کو | نیند ابھی رات بھر نہیں آتی
ہم اسے دیکھتے ہیں آٹھ پہر | جسکی صورت نظر نہیں آتی
کیمپ کے بھی نہیں ہیں ہم کہ ہمیں | چاپلوسی بھی کر نہیں آتی
پڑھتے ہیں کالجوں میں ساری عمر | قابلیت مگر نہیں آتی
شکل اس کی ذرا نظر آجائے | ایسی صورت نظر نہیں آتی
دیکھئے شامِ ہجر کے غمزے | کہ کبھی میرے گھر نہیں آتی

شیخ کی طرح وعظ فرما کر — مجکو جیب اپنی بھر نہیں آتی

دلدہی جانتے ہیں غیروں کی — دلبری میری کر نہیں آتی

ٹھوکریں کھا کے بھی مری تقدیر — کیا ہے جو راہ پر نہیں آتی

زخمِ دل کی بھی دیکھ بھال تجھے — ابھی اے چارہ گر نہیں آتی

ہجر میں تھی جو بات اے احمق
وصل میں کیوں نظر نہیں آتی

دور دورا ہے چمن میں ظلم و استبداد کا — خوب اُلّو بولتا ہے اندنوں صیاد کا

سُننکے نالہ عندلیبِ آشیاں برباد کا — قہر ہو جائے گا بھر آیا جو دل صیاد کا

جاؤ جاؤ مُنہ نہ کھلواؤ مری فریاد کا — ورنہ پھر شکوہ کروگے شکوۂ بیداد کا

فکر اسے گلچیں کی ہے کھٹکا اسے صیاد کا — کون پرساں ہے چمن میں بلبلِ ناشاد کا

سُن بھی لو انبار ہے سر نالۂ و فریاد کا — حشر پر کیوں چھوڑتے ہو فیصلہ بیداد کا

بھول جانا دردِ الفت یاد رکھنا ظلم و جور — واہ کیا کہنا تمہاری اس بھول کا اس یاد کا

یہ بھی ان سے ہو نہیں سکتا کہ مرگِ غیر پر — پاس کردیں اک رزولیوشن مبارکباد کا

"باغ پالیسی" بنا کر حضرتِ ریڈنگ نے — سچ تو یہ ہے نام روشن کردیا شداد کا

یہ بتانا ہے کہ ہند آزاد ہونے کو ہے اب — قید میں ہونا جنابِ بوالکلام آزاد کا

بلبل، ورنہ الو میں کر سکتا نہیں کچھ امتیاز — کیا قیامت ہے لڑکپن بھی مرے صیاد کا

صبح سے تا شام رویا ہوں اکیلا بیٹھ کر — آج میں نے اُٹھ کے مُنہ دیکھا تھا کس ناشاد کا

جس قدر عزت اسیرِ زلف کی زنداں میں ہے — احترام اتنا تو ہو سسرال میں داماد کا

دیکھکر ایوانِ کونسل کی نمودِ کبر و زور — پھر گیا آنکھوں میں نقشہ جنتِ شداد کا

دید کے قابل ہے نظارہ فضائے ہند میں — گرد و پیش صد آسمانِ ظلم و استبداد کا

پسینے آئی ہے تربت میں مجھے سختیِ گور — لاٹ صاحب کی دُہائی وقت ہے امداد کا

مدعی کے سر بھی شاید آج خارش ہے کہ آج — کر کے اظہارِ وفا طالب ہے ان سے داد کا

ہو جنازہ مغربی تابوت ہی کے ساتھ اٹھا — حسرتِ تاتار و شام و بصرہ و بغداد کا

جب قفس میں نو اسیرِ بوستاں داخل ہوئے — غل مچایا ہم صفیروں نے مبارکباد کا

مٹ گیا جب دل محبت میں مزا جاتا رہا — دوستی کا دشمنی کا لطف کا بیداد کا

ہمصفیروں کی جدائی شاق ہو جاتی مگر — ہے جو بیماروں کے ٹولے میں مکان صیاد کا

ختم ہونے کو ہیں احمق وہ مصیبتوں کی صعبتیں

آگرے سے کوچ ہونے کو ہے فیض آباد کا

کیوں جیل میں نہ ہر سو نغریں لگیں خوشی کے — درشن ہوئے ہیں قسمت سے "رام داس جی" کے

صدمے اٹھا رہے ہیں تلخیِ زندگی کے — جینا اگر یہی ہے ہم کیا کریں گے جی کر

طالب ہیں کونسل کے خواہاں ہیں ممبری کے — ہیں شیخ جی میں سارے اوصاف بزرگی کے

ہندوستاں کی قسمت ہے جلد کھلنے والی — چاروں طرف ہیں جلوے امن و آشتی کے

ہم جی حضوریوں کو سمجھیں برا تو کیوں کر — کتے سہی مگر ہیں انگریز کی گلی کے

عہ رام داس جی گاندھی۔ آپ مہاتما جی کے تیسرے صاحبزادے ہیں ۲۸ فروری کو جیل میں تشریف لائے

عاشق پہ بھی عنایت دشمن سے بھی لگاوٹ — ہوتا نہیں یہ ان سے وہ ہو رہیں کسی کے

دل لیکے پھر یہ اُلٹا آنکھیں نکالنا بھی — صدقے نگاہِ جاناں کی بوزنہ وشی کے

کچھ وہ ہی جانتے ہیں کیا چیز ہیں حضرت — جو لوگ ہیں ہتکنڈوں سے واقف ہیں مالوی کے

تم کو بڑی قسم ہے اے ظالمانِ یورپ — باقی رہیں نہ ہرگز طریقے دشمنی کے

ریڈنگ اپنی چالیں بس اپنے پاس رکھیں — دیکھے ہیں خوب ہم نے یہ داغ پالسی کے

ایماں سے ہاتھ دھویا، مذہب پہ لات ماری — اے کاش ہم نہ پڑتے پھندے میں نوکری کے

یونہی بُری ہے زاہد یا بادۂ محبت — دیکھی بھی کبھی دن دو چار گھونٹ پی کے

بدست و پا پہ اکثر چلتا ہے جن کا خنجر — چرچے ہیں اک جہاں میں انکی بہادری کے

یہ سب لگاوٹیں ہیں عاشق کے دل کی خاطر — ورنہ بتانِ خود بیں ہوتے ہیں کب کسی کے

ریڈنگ و مکس و چرچل، برکن ہڈ و اوڈوائر — ہیں پانچ ناگ گویا یہ ناگ پنچمی کے

معشوق جسطرح سے چاہے اُسے نچائے — عاشق کو سب طریقے آتے ہیں بندگی کے

اغیار کی شماتت، احباب کی ملامت — دن کٹ رہے ہیں یونہی افسوس زندگی کے

چکھا نہیں جنہوں نے پولیٹکس کا مزا بھی — حیرت ہے کس بنا پر شیدا ہیں لیڈری کے

نکلینگے جیل سے ہم اسحٰق سوراج لیکر
بیٹھے ہوئے وظیفے پڑھتے ہیں شانتی کے

چھیڑ کر اُسنے مسئلہ عشق میں اعتماد کا — کھول دیا بھرم تمام غیر ہوس نہاد کا

چاہئے انتظام خاص یاس کے انسداد کا — بس یہی اک طریق ہے قطع رہِ مراد کا

ڈر ہے مجھے کہ ہو نجائے روگ تمھیں بھی نہ ہو کا
خون میں ہے رقیب کے سخت اثر فساد کا

یہ کہ تمام ملک ہے گامزنِ رہِ مُراد
اک گُلِ نوبہار ہے گلشنِ اتحاد کا

عمرِ گزر گئی کہ ہے ناصیہ سائے آستاں
بہرِ خدا لحاظ کر بندۂ خانہ زاد کا

صوم و صلوٰۃ و صبر و شکر کیا ہے اثر جو کمیٹی میں
ووٹ کیا گیا ہے پاس شیخ پر اعتماد کا

کوہکن اور قیس ہیں بعد مرے چلیگی خوب
دیکھئے کیا ہو تصفیہ عشق کی جائداد کا

در پئے قتلِ یاس ہے جوشِ فزونِ آرزو
منتظرِ و فارغ کو حکم ملے جہاد کا

غصہ و عجز و سرکشی سے ہے خمیرِ آدمی
بسکہ یہ اک کرشمہ ہے آتش و خاک و باد کا

پٹنے کو جی میں ہے کہ ہے ان سے بیانِ دردِ عشق
سر میں ہے خارش اس لیے ذکر ہے انکے داد کا

کرتے تھے منع اسی لئے دیکھئے رو پڑے نہ آپ
لُب لُباب سن لیا عشق کی روئداد کا

جتنے سخن طراز ہیں مست خرام ناز ہیں
یار کی ڈیڑھ ٹانگ میں لطف ہے مستزاد کا

جب سے ہے یاد زلف و رخ متحدِ نگاہِ شوق
لکھتے ہیں سلم و ہنو د سلسلہ اتحاد کا

سیکڑوں اہلِ ظلم و جور تختہ تباہ ہو گئے
پیشِ نگاہ ہے مرے قصہ ثمود و عاد کا

خیر وہ جسطرح بھی ہے آپکو اس سے کیا غرض
چھوڑئیے ذکر اے حضور عاشقِ نامراد کا

دل ہے تباہِ آرزو سینہ ہے پائمالِ غم
آہ! بُرا ہو یا خدا عشقِ ستم نہاد کا

ہجر میں چھوڑ کر تیاں چلدئے مدعی کے گھر
کام ہی کر چلے تمام مضطربِ مراد کا

آکے وہ قتل گاہ تک پھر گئے کیوں؟ بُرا ہوا
حوصلہ دل میں رہ گیا احمقِ نامراد کا

روز افزوں ہیں یہ عنادِ دل پر ستم صیاد کے
کچھ نہیں تو دن ہی کچھ کم کر دے تو میعاد کے

نالے سُن سُن کر قفس میں بلبلِ ناشاد کے
ہوش کیوں پرّاں نہ ہو جاتے میاں صیاد کے

ان سے شکوے ہیں ملالِ خاطرِ ناشاد کے
ڈر یہ ہے کٹ دے نہ اُڑ جائیں لبِ فریاد کے

بند کر کے پر کترنا بلبلِ ناشاد کے
اس بڑھاپے میں یہ اندازِ جفا صیاد کے

اس خوشی میں، شیخ نے پایا ہے اعزازِ خطاب
ہر طرف سے تار آتے ہیں مبارکباد کے

مجکو اپنی سخت جانی سے یہ اندیشہ ہے آج
شل نہ ہو جائیں کہیں بازو مرے جلّاد کے

اہلِ مغرب زعمِ شاہنشاہیت میں یہ سچ ہے
باپ ہیں نمرود کے فرعون کے شدّاد کے

ختم کر ڈالو اپنے عاشق پر مری جاں آج تم
یاد ہوں جتنے طریقے ظلم کے بیداد کے

مرغِ بسمل کی طرح تڑپا کیے کب تک کوئی
اور بھی دو ہاتھ ظالم خنجرِ بیداد کے

پیرزن کا کام دے سکتے ہیں مسٹر مالوی
چاہئیں تم کو اگر ٹکڑے سرِ فرہاد کے

جوشِ وحشت میں میں آزادی کی کیا کیا لذّتیں
چیختا ہوں خوب ایک منہ سے فریاد کے

تم نہ آئے تھے تو یہ شب بھر رہی تھی ہجر کے پاس
زندگی پر میری احساں ہیں تمھاری یاد کے

مجکو تم سے جو محبت ہے وہی جانینگے کچھ
جو سمجھتے ہیں تعلق قمری و شمشاد کے

کب تک آخر یوں رہینگے بلبلِ ناشاد یہ
جورِ گلچیں کے خداوندا ستم صیاد کے

اقتدارِ حرمتِ ٹرکی ہو زندہ خلق میں
دن پھریں یا رب حیاتِ مسلمِ ناشاد کے

جیل خانوں سے دلِ احرار گھبرائیگا کیا
یہ تو گھر ہیں پیروانِ سنتِ سجّاد کے

وحشت و دیوانگی و خبط و سودا و مراق
چند عنوانِ پریشاں ہیں مری روداد کے

پیرس و لندن کے ہوٹل دیکھکر سمجھا ہوں میں — ہو بہو نقشے ہیں جنتِ شداد کے

مختصر یہ ہے رہا وہ عمر بھر پامالِ جور
پوچھتے کیا ہو سوانح احمقِ ناشاد کے

آئے تھے دنیا میں ہم برباد ہونے کیلئے — پائمالِ حسرت بیداد ہونے کے لئے

نذرِ جور و صرفِ استبداد ہونے کیلئے — کیا ہمیں تھے یا خدا برباد ہونے کیلئے

جس زمیں میں آپ فرمائینگے پابی کی گشت — مجھ سے کہئے اس زمیں کی کھاد ہونے کیلئے

ہر طرف سے کاملِ آزادگی کے خواہاں جوق جوق — آ رہے ہیں جیل میں آباد ہونے کیلئے

اہلِ یورپ کے خصائص اور خصائل چاہئیں — ہمسرِ قوم ثمود و عاد ہونے کے لئے

پیش خیمہ ہے رہائی کا اسیریٔ عشق کی — قید ہوتے ہیں مگر آزاد ہونے کے لئے

اے ہوائے کوئے جاناں ہم بھی تیار ہیں — خاک کی مانند ہیں برباد ہونے کے لئے

مجکو رکھتے اردلی میں تم بجائے مدعی — بس یہی کمبخت تھا ہمزاد ہونے کے لئے

وصل میں فرقت کا قصہ چھیڑ کر رونا ہی کیا — اک بہانہ تھا عدو کی یاد ہونے کے لئے

ہے مرا جذبِ تصور ہی بڑا تصویر کش — میں نہیں منت کشِ بہزاد ہونے کے لئے

سہل تھی ویرانیٔ دل لیکن چاہیئے — اک زمانہ اسکو پھر آباد ہونے کے لئے

جب کہا میں نے بنونگا آپ کے کوچے کی خاک — ہنس کے فرمانے لگے "برباد ہونے کے لئے"

سخت قید و بند کی سختی اٹھانی چاہیئے — ہمکو قید و بند سے آزاد ہونے کے لئے

جا بیٹھے رہتے بھی تھے وہ پیچ بازی کے ہتھ — کچھ سلیقہ چاہیئے جلاد ہونے کے لئے

ہند کی حالت پہ آتا ہے ہمیں رونا کہ ہائے | یہ چمن اور اس طرح برباد ہونے کے لیے
خنجرِ قاتل خدارا جلد ادھر آ، رحم کر | سر مرا ہے نذرِ استبداد ہونے کے لیے

ہم نے اے احسق اپنی حریت پسندی کے سبب
قید رہ کر بھی مرے آزاد ہونے کے لیے

اب تاب ضبطِ اشک مجھے اے عدو نہیں | بس آنچ میں نہیں کہ وہاں آنچ تو نہیں
تیری نگہ کے واسطے اے فتنہ خو نہیں | دل ہے ہمارے پاس مگر وقف التو نہیں
مایوسیٔ وصال سے اکتا گیا ہے دل | اب ترکِ آرزو کے سوا آرزو نہیں
میں ڈیم بھی فلش بھی، بلیڈی بھی فول بھی | اک اس کے عشق میں مری کیا آبرو نہیں
اے ضبطِ صبری بخدا واقعہ ہے یہ | وہ دل نہیں کہ جس میں تری آرزو نہیں
یہ صرف حسنِ ظن ہے تمھارا وگرنہ کیا | تم سے زیادہ اور کوئی خوب رو نہیں
عاشق کو صرف ایک نگہِ لطف چاہیے | اے چشمِ مست حاجتِ جام و سبو نہیں
پوچھو نہ تم مرے دلِ بربادِ غم کا حال | مدت ہوئی کہ اس میں کوئی آرزو نہیں
ان نس کی ٹھٹیوں سے بھلا فائدہ ہے کیا | عاشق کی آہِ شعلہ فشاں کوئی تو نہیں
دل لینے سے تو قبل بہت کچھ تھا ذکرِ عشق | اب اس معاملہ میں کوئی گفتگو نہیں
کیا کر دیا یہ اے نگہِ التفاتِ عام | کیا ہو گیا کہ اب وہ رگوں میں لہو نہیں
اُٹھو نہیں نہ اس گلِ عارض پہ بلبلیں | یہ پھول وہ ہے جس میں محبت کی بو نہیں
کچھ تو اثر ارادتِ "مشرق" کا چاہیے | اچھا ہے کہ یہ لاش مری قبلہ رو نہیں

رسوا کیا جو عشق کو تو نے تو کیا ہوا
اے حسنِ یار تیری بھی اب آبرو نہیں

یا دشمنوں میں بھی نظر آتا تھا اک خلوص
یا دوستوں میں آج محبت کی بو نہیں

واں ہیں نہیں ہے جسکے بزرگوں کا احترام
ایمان کی بھی اسمیں بلاشبہ بو نہیں

احمق کسی کی سخت کلامی سہے، محال
عاشق ضرور ہے وہ مگر "ڈیم یو" نہیں

اسی باعث تو میرے قلب کو تسکیں نہیں ہوتی
کہ وعدہ ہوتا ہے اور وقت کی تعیین نہیں ہوتی

محبت میں کبھی تفریق آن واں نہیں ہوتی
یہ وہ منزل ہے جسمیں بحث کفر و دیں نہیں ہوتی

کہیں پرسش تری اے زلفِ مشک آگیں نہیں ہوتی
مگر دنیا میں قدر نافہ ہائے چیں نہیں ہوتی

سوالِ وصل پہ میرے کبھی وہ ہاں نہیں کرتے
دعا میری کبھی منت کشِ آمیں نہیں ہوتی

کسی دن بے بلائے بھی چلے آؤ کہ اے صاحب
محبت میں زیادہ سختی آئیں نہیں ہوتی

تمہارا وصفِ عارض لکھ رہا ہوں پھر تعجب کیا
مرے خط کی عبارت کچھ اگر رنگیں نہیں ہوتی

نگاہِ تیز کا قابو مرے دل پہ نہیں چلتا
یہ مرغابی شکارِ پنجۂ شاہیں نہیں ہوتی

مریضِ سخت جاں جب دیکھتا ہے صبح، روتا ہے
کہ وہ ہوتا ہے اور شمع سرِ بالیں نہیں ہوتی

برا ہو اضطرابِ درد کا یہ کیا قیامت ہے
وہ پہلو میں ہیں اور دلکو مرے تسکیں نہیں ہوتی

اگر ہم جان بھی دیدیں محبت میں تو لاحاصل
وہاں عاشق کی خدمت قابلِ تحسیں نہیں ہوتی

لبِ شکوہ شکن کی اپنے لذت پوچھتے کیا ہو
مٹھائی بھی مری جاں اسقدر شیریں نہیں ہوتی

غرض یہ ہے تڑپ لے اور بیمارِ الم ورنہ
مری بالیں پہ وقتِ نزع کیوں یاسیں نہیں ہوتی

سنائے عشق کی تاثیر بھی دوا خاصیت ہے — یہاں اسہال ہو جاتے ہیں تو قبض انکی نہیں ہوتی
نہیں کم یہ بڑی عدو کو ہے جو مجھکو بے بس اتنا ہے — وہ فولادی نہیں ہوتی ہے یہ زریں نہیں ہوتی

انھوں نے وصل کا اقرار فرمایا بھی مشکل سے
تو اب احمق جگہ اور وقت کی تعیین نہیں ہوتی

وہ مرے دل کی تمنا کرتے — لطف آتا اگر دیا کرتے
ہجر میں اسکے سوا کیا کرتے — غیر کی جان کو رو یا کرتے
مل چکا ان سے ہمیں دل اپنا — شرم آتی ہے تقاضا کرتے
آرزو تھی کہ بایں پیری و زہد — شیخ اسے دور سے دیکھا کرتے
ہجر میں وصل کی صورت کیا تھی — مر نہ جاتے تو بتا کیا کرتے
ان کی الفت سے تو بہتر تھا کہ ہم — کہیں بندر ہی نچایا کرتے
تم کو ہونا تھا جہاں میں بدنام — ورنہ تم کیوں مجھے رسوا کرتے
ہمکو مرنے کا مزا تھا معلوم — خاک جینے کی تمنا کرتے
ہم اور اس بت سے بیان غم عشق — شامت آئی تھی کہ ایسا کرتے
لب جاں بخش کے مرنے والے — کس لئے منت عیسیٰ کرتے
ہاتھ آتی جو وہ شیرینی لب — ہم بھی شبرات میں حلوا کرتے
جانتے تھے اسے جینا ہے بال — مرنے مرنے کی دعا کیا کرتے

وہ جو پاگل نہ سمجھتے تو ہمیں

کہتے احمق نہ پکارا کرتے

پھر نہیں کیا بات آنے سے زیادہ دین میں — جب پسا یہ بھی قیاسات کی مشین میں

جو مریں پامالیٔ اسلام کی تلقین میں — دفن ہوں قبر گلیڈسٹون کی پائین میں

ہے رعایا پروری میں مملکت گیری کا راز — یہ فلاسفنگ شب میں ہے صاحب کے گن تحسین میں

سن لیا میں نے وہ میرٹھ ہو گئے شیخ کے ساتھ — کیا دھرا ہے ہمدمو اب صبر کی تلقین میں

مجھکو اپنے جان دینے کا صلا ملجائیگا — تم تو شامل مری تجہیز اور تکفین میں

تو سوار اسپ حکمت کیوں نہ گرتا جب وہ تھکتی — عقل و دانش کی لگامیں پالسی کی زین میں

فقر میں جو شان ہے ہرگز امارت میں نہیں — یورپ میں جو کشش ہے وہ نہیں قالین میں

سچ تو یہ ہے بدعت و سنت کا جھگڑا چھیڑ کر — مولوی صاحب نے رخنہ خوب ڈالا دین میں

ایک بی بی، تین بچے، ایک اللہ، ایک ہم — آپ ہی کہئے گزر کسطرح ہو تفنشین میں

آرزوئے کیک و شوق بسکٹ و فکر مٹن — یہ سبق ہے شیخ صاحب کے لئے "والتین" میں

دست آجاتے ہیں اکثر اہل یورپ کو کہ ہے — کسٹرائل کا اثر نام صلاح الدین میں

ٹھوکریں کھاؤ، پٹو لیکن نہ لاؤ لب پہ اُف — سب سے پہلی دفعہ ہے یہ عشق کے آئین میں

کام کا ہے وقت زاہد صومعہ سے باہر آ — کیا دھرا ہے اس صلوٰۃ و صوم کی تلقین میں

اس قسم کا کیا ٹھکانا ہے کہ مرنیکے بعد — قبر کھودی ہے میری غیر کے پائین میں

بس اسی سے جان لو احمق میاں ہادی کی عمر

دس برس اور کچھ مہینے کے تھے یہ سن۔ تین میں

جاہ کا طالب تھا، آنر کا سودائی نہ تھا — آہ! کیا دن تھے کہ میں مسلم تھا عیسائی نہ تھا

شیخ کی مانند میں عزت کا شیدائی نہ تھا — بندۂ حق تھا غلامِ سی آئی ای نہ تھا

نوجوانوں کو مذاقِ کالروٹائی نہ تھا — کیا زمانہ تھا کہ زورِ فیشن آرائی نہ تھا

سامنے دشمن کے کہدی رات کی سنت ادا — مجکو اتنا بھی ہمارا پاس رسوائی نہ تھا

کیوں اُڑاتا قیس کی مانند خاکِ دشت و کوہ — لیلی آنر کا عاشق تھا میں سودائی نہ تھا

ایک چکی ایک پاخانے کا برتن ایک کیپ — کون کون اپنا شریکِ کنجِ تنہائی نہ تھا

یاد ہونگے تجکو اے اسلام وہ دن بھی کہ جب — تیرے گھر میں عہدِ خود بینی و خودرائی نہ تھا

ہو نہ سکتا تھا ایسا کہ سر میں یکبیک رہتا نہ بال — خیر گذری چاہیئے چاہنے والا ترا نائی نہ تھا

اک مسِ کمسن کا راست اسقدر جب تجھسے خط — سچ تو یہ ہے مغربی تہذیب کا آئینہ تھا

وہ زمانہ بھی تجھے اب یاد ہے اے حسنِ دوست — تو ہی تو تھا اور کوئی تیرا تماشائی نہ تھا

پھانسنا تھا اک بتِ لندن کو دامِ عشق میں — ورنہ میں استغفر اللہ کوئی عیسائی نہ تھا

کیوں اسیرِ دامِ گیسوئے بتاں ہوتا کہ میں — کوئی وحشی کوئی مجنوں کوئی سودائی نہ تھا

شامِ وعدہ وہ سماں بھی دید کے قابل تھا جب — محوِ آرائش تھے وہ اور ہاتھ میں آئینہ تھا

چارہ گر بالیں پہ کب آیا کہ بیمارِ فراق — مر چکا تھا یعنی وقتِ چارہ فرمائی نہ تھا

مجکو تم نے اپنی محفل سے نکالا کس لئے — میں کوئی باغی نہ تھا میں کوئی بلوائی نہ تھا

ان سے چھٹنا اور وہ بھی یوں یکایک ہائے ہائے — ضبط کیا کرتے کہ یارائے شکیبائی نہ تھا

الفراق اے صحبتِ یارانِ ہم بزم الفراق

قسمتِ احمق میں لطفِ بادہ پیمائی نہ تھا[1]

متفرقات

تجھے ہم الوداعی ایڈریس دینے کو تھے ہادی[2] — مگر سوچا تو وہ سارا تکلف بے ضرورت تھا

فراقِ خانماں و ترکِ عیش و سختیٔ زنداں — غرض تو نذرِ جو آفت تھا وقفِ ہر مصیبت تھا
ادھر دل میں ترے تھا شوقِ آزادیٔ ہندوستاں — اُدھر سر میں ترے سودا آگیا خلافت تھا
تجھے پاؤں کی بیڑی مایۂ صد فخر و عزت تھی — تجھے گردن کا اپنی طوق وجہ صد مسرت تھا
ترے ہاتھوں نے سُتلی کا تکلا او مونج بٹ بٹ کر — یہ ثابت کر دیا تو مستقلِ ہر مصیبت تھا
وہ روٹی جس میں آدھی ریت ہو یوں شوق سے کھانا — بتاتا ہے کہ تیرا مدعائے اصل خدمت تھا

یہ گویا مختصر الفاظ میں تعریف ہے تیری
ترے سینے میں دل تھا اور وہ دل باحمیت تھا

دعوئے عہد وفا و عشق دشمن ہو گیا — وصل میرا رہ گیا ان سے کرسمس ہو گیا

برٹش کی عنایت جاتے ہیں بڑے گھر ہم — بھولینگے نہ اب احمق بائیس دسمبر ہم

---

[1] جس روز آگرہ ڈسٹرکٹ جیل سے چلے آیا اسی روز صبح کو یہ غزل کہی تھی مقطع میں اسی جانب اشارہ ہے۔
[2] سید محمد ہادی صاحب بلوی سکریٹری خلافت کمیٹی جھانسی۔ آپ ۱۳ ر دسمبر ۲۱ء کو فتح گڑھ سنٹرل جیل سے ایک سال قید بامشقت کاٹ کر رہا ہوئے آپ نے دوران اسیری میں سخت سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں بہت خوبیوں کے آدمی ہیں۔

یہ ہمیں جیل کا لباس ملا ۔۔۔ یا سوراج آشرم کا پاس ملا

یہ سمجھکر بھی بغیر اس بزم کے سیری نہیں ۔۔۔ ان کے ہاں کتنے کی عزت ہے مگر میری نہیں

انھوں نے احمق مخبوط کو دیکھا تو فرمایا ۔۔۔ ہمارے چاہنے والوں کی صورت ایسی ہوتی ہے

ظاہری عزت کی وقعت قلب عاقل میں نہیں ۔۔۔ تیری محفل میں ہوں کیا ہے گر ترے دل میں نہیں

یا عجائب گھر میں کچھ دیکھے تھے شیران ببر ۔۔۔ یا یہاں زندانیانِ حق کو دیکھا جیل میں

بچوں جو بیچ نکالیں "ملا ٹونکی"[1] ۔۔۔ شامت آئے نہ کیوں مرغوں کی

کس مزے کی ہیں ادائیں کیا غضب کے ٹھاٹھ ہیں[2] ۔۔۔ مولوی حیدر علی صاحب بھی پونے آٹھ ہیں

شعر دن بھر سناتے ہیں احمق ۔۔۔ بس اب انکی یہی مشقت ہے

ان کی آنکھوں کا یہ اشارا ہے ۔۔۔ دل تمھارا نہیں ہمارا ہے

مرے دل میں بھی اپنا مسکن بنالو ۔۔۔ یہ گھر بھی ہے بھیڑیا رہنے کے قابل

اٹھتے اور کاتتے استلی احمق ۔۔۔ جیل خانہ ہے یہ سسرا نہیں

چھٹنے والے ہیں میاں ہادی بھی احمق ہو گئے ۔۔۔ دیکھئے کیونکر کٹیں پھر دن ہمارے جیل میں

دیکھئے کب ہوں عروس حریت سے ہم بغل ۔۔۔ گنتے ہیں بیٹھے ہوئے مجبور تارے جیل میں

وہ عشق کیا کہ جسمیں یہ حال درمیاں ہو ۔۔۔ میں تم سے بدگماں ہوں تم مجھ سے بدگماں ہو

عـــہ سید محمد ٹونکی صاحب نے ایک اخبار بنام چوں چوں نکالا تھا اُسکے ہیڈنگ کیلئے۔

عـــہ مولوی حیدر علی صاحب سیتاپوری سکریٹری خلافت کمیٹی قصبہ موانہ ضلع میرٹھ نے ایک کافی دی اور فرمایا اس میں کوئی ایسا شعر لکھدیجئے جو یاد رہے۔ میں نے یہی شعر لکھدیا اُس روز سے آپ پونے آٹھ ہی ہو گئے۔

بڑھاپے میں انھیں تعلیم انگریزی کی سوجھی ہے ۔۔۔ جنابِ شیخ کو بھی فتنہ انگیزی کی سوجھی ہے

فتح گڈھ کی جیل میں بولا تھا آتو ایک دن ۔۔۔ آگرے بھیجے گئے ہم لوگ فوراً جیلکے بعد

ہیں یہاں بھی آج انھیں حضرت کی بندہ سنجیاں ۔۔۔ دیکھئے ہو کس طرف کا کوچ اپنا اسکے بعد

خوش ہیں ہم آخر کہ ہمکو مل گئی اچھی جگہ ۔۔۔ بارک نمبر نو میں رنگا آخر صاحب کے پاس

آخر کو ظفر کی طرح ہوا جیل میں قید جفا اختر ۔۔۔ ہر بیٹے کا ہو باپ ظفر ہر باپ کا ہو بیٹا اختر

رُباعیات

غافل کیوں اس طرح پڑا سوتا ہے ۔۔۔ کیوں نقدِ متاعِ آخرت کھوتا ہے

چلنا ہے تو سامانِ سفر کر تیار ۔۔۔ کچھ دیر میں قافلہ رواں ہوتا ہے

اے بوالہوسو! ہوس پرستی چھوڑو ۔۔۔ اے اہلِ نشاط رقصِ ہستی چھوڑو

سوچو کیا چھوڑ کر یہاں جانا ہے ۔۔۔ جب موت کہیگی رختِ ہستی چھوڑو

جس سے بھی ملے خلوصِ نیت سے ملے ۔۔۔ بے فائدہ کیوں بغض و عداوت سے ملے

کیا تم کو ملا جو تم کسی سے احمق ۔۔۔ حرصِ مال و متاع و دولت سے ملے

کہئے جو کچھ وہ صاف منہ پر کہئے ۔۔۔ ہر معتبر و خلاف منہ پر کہئے

مانا کہ ہے زید کی شکایت برحق ۔۔۔ لیکن یہ خطا معاف اُنہ پر کہئے

وہ بھی اچھے ہیں جن کی صورت اچھی ۔۔۔ وہ بھی اچھے ہیں جنکی سیرت اچھی
لیکن سچ پوچھئے تو بس اے احمق ۔۔۔ اچھے ہیں وہی ہے جنکی صحبت اچھی

جس سے جو معاملہ ہو وہ صاف رہے ۔۔۔ ہر بات میں مدِّ نظر انصاف رہے
ہے ایک یہی تو چیز جسکے باعث ۔۔۔ ممتازِ جہاں ہمارے اسلاف رہے

صُحبت سے بزرگوں کی جو کرتا ہے گریز ۔۔۔ سُنتا نہیں اقوالِ نصیحت آمیز
واللہ کہ بدنصیب ہے وہ احمق ۔۔۔ سمجھو اس کو بڑا ہی فتنہ انگیز

اس جمعِ زر و مال میں بہبود نہیں ۔۔۔ مرنے کے بعد اس سے کچھ سود نہیں
کام آئے جو عقبیٰ میں وہ دولت احمق ۔۔۔ جز طاعت و ذکر و یادِ معبود نہیں

پانے کو تو ہم نے اک زمانہ پایا ۔۔۔ بے لوث کسی کو کبھی نہ اصلا پایا
دُنیا میں کوئی شفیقِ صادق نہ ملا ۔۔۔ پایا جسے اُس کو اپنی گوں کا پایا

مطلب کے دوست کب ہوئے ہیں — ساتھی بننے ہی کے یہ سب ہوتے ہیں
ان کی باتوں میں تم نہ آنا احمق — دیکھو یہ خوشامدی غضب ہوتے ہیں

لازم ہے تجھے برائیوں سے بچنا — چالاکیوں سے عقائیوں سے بچنا
جو پیار سے تجھکو کہیں بھائی احمق — ان پردہ فروش بھائیوں سے بچنا

رکھتے جو نہیں کبھی اکیلا مجکو — جو چاہتے ہیں سب سے زیادہ مجکو
اک دن یہی سونپینگے نہ خاک مجھے — آئینگے یہی چھوڑ کے تنہا مجکو

اسلام کی آن ہے تو ترکی سے ہے، — توحید کی شان ہے تو ترکی سے ہے،
ترکوں کو بچاؤ اب خدارا کہ یہاں — کچھ تم کو امان ہے تو ترکی سے ہے،

مانا کہ ہیں شیخ زاہد با اوقات — کرتے نہیں شرع کے منافی اک بات
لیکن وہ حامی خلافت جو نہیں — بیکار ہے سب زہد و تقوا و صلات

جب آگئے جیل میں تو اب کیا گھبرائیں — ہم لب پہ کوئی حرف شکایت کیوں لائیں
ہر حال میں راضی برضا ہیں احمق — سُلی کتوائیں وہ کہ چکی پسوائیں

ہے جیل میں زیست کا سہارا تسلا
کیوں ہم کو ہو جان سے پیارا تسلا
لوٹا بھی گلاس بھی رکابی بھی عوض
ہر کام آتا ہے یہ ہمارا تسلا

ہر صبح چنے جو ہم کو مل جاتے ہیں
کیا پوچھتے ہو کہ کیا مزے آتے ہیں
گھر پر یہ کھاتے نہ تھے کبھی یوں بسکٹ
جس شوق سے اب انہیں کھاتے ہیں

تنہائی کی کشمکش نہ حوالات کا غم
کھانے کی بھی مجھے تو دل سے ہے کم
یا باقی نہ رہے کوئی ستم کا پہلو
ان سب پہ مزید اب ہے بنگلے کا غم

احباب مناتے ہیں سنا ہیں بسنت
ہیں عید کی طرح ہر گھر میں بسنت
اس ستم رسیدہ کو کہو اے احمق
جس کو آئے ہوں جیلخانے میں بسنت

فرخ آباد کے حفیظ الرحمٰن
تفریح کا رکھتے ہیں بہت کچھ ساماں
ان کی صحبت میں رہ کے ہم تو احمق
سچ یہ ہے کہ بن گئے گدھے سے انساں

آنکھیں روتی ہیں دل تپاں ہے احمق
صاف مرے چہرے سے عیاں ہے احمق
ہوتا ہوں جدا خجندی و عارف سے
یہ رنج بھی اک بار گراں ہے احمق

[illegible] ۔۔ مولانا عارف حسن صاحب ہسوی جو جیل میں ساتھ ہیں۔

ہمکو جو دم رنج روان ہوتا ہے ۔۔۔ بے فائدہ ہر پیر و جوان روتا ہے
روتے ہم تھے تو اک زمانہ خوش تھا ۔۔۔ اب ہم خوش ہیں تو اک جہان روتا ہے

پایا تو یہی کہ کچھ نہ پایا ہم نے ۔۔۔ جانا تو یہی کہ کچھ نہ جانا ہم نے
ہستی اک خواب کا سماں تھا گویا ۔۔۔ دیکھا تو یہی کہ کچھ نہ دیکھا ہم نے

دُنیا والو! خیالِ دنیا کب تک ۔۔۔ محویّتِ اعتبارِ فردا کب تک
ہے صلحِ عناصر پہ مدارِ ہستی ۔۔۔ ظاہر ہے کہ اتفاقِ اعدا کب تک

دشمن پہ ستم کیا ستم تم نے کیا ۔۔۔ عاشق پہ کرم کیا ستم تم نے کیا
تم نے یہ معاملہ خلافِ آئین ۔۔۔ اُلفت میں بہم کیا ستم تم نے کیا

دل ہی کچھ عشق کی جزا پاتا ہے ۔۔۔ درد و غم ہجر کا مزا پاتا ہے
بے جرم وفا ستم عدو پر کیوں ہو ۔۔۔ ناکردہ گناہ کب سزا پاتا ہے

اربابِ وفا وفا نہ چھوڑینگے کبھی ۔۔۔ رشتہ اُمید کا نہ توڑینگے کبھی
تم ہمکو ہزار غیر سمجھو لیکن ۔۔۔ ہم غیر کی طرح منہ نہ موڑینگے کبھی

مسلم پہ جفا و ظلم ڈھانے والے | سن لیں کہ یہ کہتے ہیں ستانے والے
ہم تو باقی رہینگے ان شاء اللہ | لیکن مٹ جائینگے مٹانے والے

اسلام کی شان بس خلافت سے ہے | عزت اپنی اسی کی عزت سے ہے
باقی ہیں اگر ترک تو دنیا میں ہیں | کیا خوف اغیار کی شرارت سے ہے

بس تجھکو مرے ہی آشیانے کی ہے فکر | یا کچھ اپنے بھی آب و دانہ کی ہے فکر
بلبل کا تو گھر ہے باغ لیکن صیاد | تجھکو بھی کہیں اپنے ٹھکانے کی ہے فکر

دل وہ ہے کہ جسمیں الفت ترک کی ہے | سر وہ ہے کہ وقف خدمت ترک کی ہے
اسوقت مسلمان کو دنیا میں اگر | کچھ کام ہے تو اعانت ترک کی ہے

(۵۱)

اتراک مجاہد کی اعانت ہے فرض | انگورہ کی ہر طرح سے خدمت ہے فرض
اس وقت نماز سے بھی پہلے ہمپر | قسطنطنیہ کی حفاظت ہے فرض

ترکوں کا جو حامی سحر و شام نہیں | ایمان کا اس میں اک ذرا نام نہیں
یہ بات اچھی طرح سمجھ لو احمق | گر ترک نہیں تو ہرگز اسلام نہیں

ضروری ہدایت

مصنف صاحب ممدوح نے جملہ حقوق زندانِ حماقت کے متعلق خاکسار کو عنایت فرمائے ہیں جو محفوظ کئے گئے ہیں کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں۔

خاکسار مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ